حق بات سر بزم کہنے میں تامل   حق بات سر دار کہو سوچتے کیا ہو

مصنف

مولانا محمد صدر عالم قاسمی، بدربنوی

ناشر

روشن بک ڈپو نوادہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

تفصیلات

نام کتاب	صدائے حق
مصنف	مولانا محمد صدر عالم قاسمی بدرہوتی
نظر ثانی	حضرت مولانا مفتی جمیل احمد نذیری صاحب
کمپوزنگ	کریٹیو کمپیوٹر، اعظم گڑھ (یوپی) فون: ۲۰۳۸۰
ناشر	روشن بکڈپو نوادہ، مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)
سن طباعت	۲۰۰۱ء مطابق ۱۴۲۲ھ
قیمت	..... روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ صداقت نوادہ، مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)

مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار، مئو ناتھ بھنجن (یوپی)

مکتبہ مجیب شیام پور، آداپور، مشرقی چمپارن (بہار)

مکتبہ آزاد، خیر آباد، مئو (یوپی)

مکتبہ البدر، کاکوری، لکھنؤ (یوپی)

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور (یوپی)

دار الکتاب دیوبند، سہارنپور (یوپی)

ناولٹی بک سیلر قلعہ گھاٹ، دربھنگہ (بہار)

ماسٹر محمد محفوظ الرحمن مدرسہ اصلاحیہ نبٹولیہ، دربھنگہ (بہار)

فہرست

تقریظ بلیغ

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد نذیری صاحب

مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ، مبارک پور (یوپی)

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم - اما بعد

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جو صلاحیتیں ودیعت کی ہیں، ان میں ایک تقریر بھی ہے۔ یہ صلاحیت اکثر انسانوں کو ملی ہے اور مناسب ماحول اور مشق وتمرین کے مواقع نے انہیں مزید جلا بخشا ہے۔

تبلیغ دین کے اعتبار سے فن تقریر بہت اہمیت رکھتا ہے، کیوں کہ اس کا تعلق عوام وخواص سب سے ہے جب کہ دوسرے ذرائع مثلاً تحریر کا تعلق عموماً خواص سے ہی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے تقریر کی افادیت زیادہ عمومیت رکھتی ہے لہذا اس صلاحیت کے ذریعہ عامۃ الناس کو زیادہ فائدہ پہونچایا جاسکتا ہے۔

تقریر کے انہیں فوائد کے پیش نظر عزیز گرامی مولانا مفتی محمد صدر عالم صاحب قاسمی بدرہوری (استاذ جامعہ عربیہ عین الاسلام، نوادہ

مبارکپور) نے مدارس اسلامیہ کے طلبہ کے لئے تقریروں کا یہ مجموعہ تیار کیا ہے جو "صدائے حق" کے نام سے آپ کے سامنے ہے۔

میں نے ساری تقریریں دیکھی ہیں سبھی میں شستہ اور سلیس تقریروں کا پورا انداز اور لب ولہجہ موجود ہے۔ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور دیگر معلومات سے مزین عمدہ تقریریں پیش کی گئی ہیں۔

میں عزیز موصوف کی اس کوشش پر انہیں مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قبولیت اور نافعیت عطا فرمائے۔ (آمین)

جمیل احمد نذیری عفی عنہ

جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ، مبارکپور

مورخہ ۸ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہار خیال

حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب
استاذ مدرسہ عربیہ منبع العلوم، خیر آباد، مئو

محب گرامی مولانا مفتی صدر عالم قاسمی استاذ جامعہ عربیہ عین الاسلام نولوہ، مبارکپور اعظم گڑھ کی تحریر کردہ تقاریر "صدائے حق" کا مسودہ میرے سامنے ہے، میں نے اچھوتے اور انوکھے، عصری تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ، ان تقاریر کو پڑھنے کے بعد بے ساختہ اعتراف کیا۔ کہ اس مجموعہ تقاریر کا نام "صدائے حق" ہی ہونا چاہیے۔ تما جلسہ گاہوں کے اسٹیج سے طالبان علوم نبویہ نے اپنے مشفق استاذ کی تحریر کردہ تقاریر سے باطل پرستوں کو للکارا ہے۔ مسلمانان ہند کو غداری کا طعنہ دینے والے فرقہ پرستوں کا منہ توڑ جواب دیا ہے، جہیز کی لعنت میں گرفتار معاشرہ کو جھنجھوڑا ہے۔ شادی عقد نکاح کی سنت کو کاروبار بنانے والے نوجوانوں کے ضمیر پر ضرب لگائی ہے، اسلام کے عائلی نظام کو فرسودہ اور عورت دشمنی قرار دینے والے مغرب زدہ افراد پر مدلل حملے کئے ہیں، آزادی نسواں کا نعرہ بلند کرنے والے روشن خیال لوگوں کے

افکار و نظریات کی شواہد و براہین کی روشنی میں دھجیاں اڑائی ہیں۔

ان ہونہار طلبہ نے نہ صرف خطابت کی جولانگاہ میں کامیابی حاصل کی بلکہ تقاریر کی موضوعات سے مناسب الفاظ و عبارات کی ترتیب و تنسیق اسالیب ولہجات کی فصاحت وبلاغت، تعبیرات و تشبیہات کی جدت و ندرت زبان وبیان کی نزاکت و سلاست کے باعث عوام وخواص سے داد تحسین اور انعامات بھی حاصل کئے۔ جو در حقیقت مصنف کی لیاقت وصلاحیت اور ان کے شاگردوں کی بیباکی و بے خوفی کا اعتراف ہے۔

یہ سچ ہے کہ تقاریر کے موضوع پر کتابوں کی قلت نہیں، مگر وقت کے ساتھ ضروریات میں اضافہ ہوتا ہے۔ نئے نئے موضوعات سامنے آتے رہتے ہیں اسلوب و انداز میں تبدیلی ہوتی ہے، لہذا ہر وقت نئے موضوعات وعناوین پر اچھوتی و پرُ مغز تقاریر کی ضرورت بھی پیش آتی رہتی ہے۔ یہ تو مصنف کا کمال مانا جائے گا کہ اس نے حالات حاضرہ کے تحت شاندار تقریریں لکھ کر جہاں اپنے عزیز تلامذہ کی اصلاح وتربیت کا حق ادا کیا، وہیں دوستوں اور اساتذہ کی ترغیب و تشویق پر طبع کرا کے دوسرے مدارس کے طلبہ اور عام مسلمانوں کو بھی استفادہ کا بھرپور موقع فراہم کیا۔ فجزاہ عنا وعن سائر المسلمین۔

مصنف کتاب برادر مفتی محمد صدر عالم صاحب بدرہوی قاسمی کو

قادر مطلق نے جہاں حسن اخلاق وسیرت سے نوازا ہے وہیں حسن تحریر وقلم سے بھی مالا مال کیا ہے، علمی شغف اور ادبی ذوق کی دولت سے بھی سر فراز کیا ہے۔ تحریر وتقریر کی قابل قدر صلاحیت بھی بخشی ہے اور سب سے بڑھ کر سنجیدگی ومتانت، استعداد ولیاقت اور اپنے اساتذہ کرام کے ادب واحترام کے ساتھ عقیدت ومحبت وہ اہم صفات ہیں جنہوں نے ان کو ایک مقبول مدرس اطاعت شعار تلمیذ اور اپنے تدریسی منصب سے مخلص عالم کا درجہ دے دیا ہے۔

اللہ رب العزت کے فضل وکرم، مصنف کتاب کے اخلاص وللّٰہیت اور موضوعات تقریر کی اہمیت وضرورت زبان کی فصاحت وبلاغت کے پیش نظر پوری امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ "صدائے حق" تقاریر سیکھنے اور سکھانے والے طلبہ واساتذہ کے درمیان مقبول ہوگی نیز عوام الناس کے لئے بھی استفادہ کا سبب بنے گی۔ دعاء گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مصنف عزیز کی اس پہلی علمی کاوش کو قبول عام بخشے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور آسمان قلم وقرطاس کا نیر تاباں بنائے۔ (آمین)

ضیاء الدین القاسمی الندوی
یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
مدرسہ عربیہ منبع العلوم، خیر آباد، مئو (یوپی)

کلمات دعائیہ

استاذی حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی
مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور، اعظم گڑھ (یوپی)

عزیزم مولانا محمد صدر عالم صاحب نے تقریر کی مشق و تمرین کے لئے چند تقریروں کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے عزیز موصوف تحریر و تصنیف کے کوچہ میں نووارد ہیں، انہوں نے محنت کی ہے۔ امید ہے کہ مدارس کے طلبہ جو تقریر و خطابت کا ذوق رکھتے ہیں ان کے لئے یہ مجموعہ مفید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کی خدمت مقبول ہو اور مزید خدمت کی توفیق ملے۔ آمین ثم آمین

اعجاز احمد اعظمی

۴ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

مقدمہ

ہمارے جامعہ عربیہ عین الاسلام نوادہ، مبارکپور، اعظم گڑھ میں طلبہ کی انجمن "جمیعۃ البیان" کا "مسابقہ تقریر و قرأت" کے نام سے سال کے آخر میں ایک پروگرام منعقد کیا جاتا ہے۔ جس میں مختلف مشہور و معروف اداروں کے اساتذہ کرام بحیثیت حکم تشریف لاتے ہیں۔ طلبہ عزیز بہترین انداز و اسلوب اور دلکش لب و لہجہ میں اپنی تقریریں پیش کر کے اپنی محنت و جانفشانی اور عرق ریزی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ پھر حکم حضرات کے فیصلے کے بعد ہر اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے خوش نصیب طلبہ کو خصوصی بصورت نقد و کتب اور دیگر جملہ شرکاء مسابقہ کو عمومی بصورت کتب انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

اس پروگرام کے موقع سے میرے کچھ عزیزوں نے تقریریں لکھ دینے کی فرمائش کی۔ میں نے اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے اولاً انکار کر دیا لیکن عزیزوں کی محبت اور ان کی پیہم اصرار نے مجھے بالآخر لکھنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ میں نے کل چار تقریریں بعنوان "اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر، ہمارے خوابوں کا ہندوستان، ہندوستان کا وفادار کون، عورت اور پردہ" تحریر کیں، جن کو بالترتیب عزیز محمد اصغر علی گیاوی، محمد بدر عالم دربھنگوی، معظم علی کٹیاری اور ہارون الرشید نوادوی نے بہترین انداز و اسلوب اور دلکش لب و لہجہ میں بھرے مجمع میں پیش کیا۔ جملہ سامعین کے علاوہ حکم حضرات نے نہ صرف ان طلبہ کو امتیازی

نمبرات سے نوازلبلکہ راقم کی بھی کافی حوصلہ افزائی فرمائی۔

عوام وخواص کے درمیان مقبولیت نے طلبہ عزیز کے دلوں میں بے حد اشتیاق پیدا کردیا جس کی وجہ سے بہت سارے میرے عزیزبالخصوص عزیزم مسرور عالم ارریاوی، علی مرتضیٰ ارریاوی اور علی رضاارریاوی ودیگر انکے رفقاء درس کی جانب سے بے حد اصرار ہوتارہاکہ ان تقریروں کو بشمول اور دیگر تقریریں کتابی شکل دے دی جائے تاکہ تقریر آموزی کے لئے ایک بہترین مجموعہ طلبہ مدارس کے علاوہ تقریر وخطابت سے دلچسپی رکھنے والے تمام افراد کے سامنے آجائے اور اس کا استفادہ عام ہو جائے۔ چنانچہ بتوفیق الٰہی میں نے اس کام کو شروع کردیااور بحمدہ تعالیٰ اس کی تکمیل بھی ہو گئی۔

اس کتاب کو میں نے طلبہ کے مزاج کے موافق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ حالت حاضرہ پر پر مغز مضامین کے ساتھ ساتھ انداز واسلوب، لب ولہجہ میں سلاست وروانی جو کہ ایک مقرر کو کمال تک پہونچاتی ہے موجود ہے۔

قارئین سے گذارش ہے کہ جس نے بھی جس طرح بھی اس سلسلے میں میرا تعاون کیاہے اور میری رہنمائی کی ہے ان کے لئے اور میرے اور میرے والدین واساتذہ کے لئے دعاکریں کہ اس کتاب کو نجات کاذریعہ بنائے۔ (آمین ثم آمین)

محمد صدر عالم قاسمی

خادم التدریس جامعہ عربیہ عین الاسلام

نوادہ، مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)

۸ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

نعت پاک

محمد صدر عالم قاسمی

ادھر دیکھتے ہیں اُدھر دیکھتے ہیں
محمدؐ کا فیضِ کرم دیکھتے ہیں

مدینے میں جانا مقدر ہے کس دن
زمانے میں لاکھوں ستم دیکھتے ہیں

بچالے خدا پاؤں کی لغزشوں کو
پھسلتا ہوا اب قدم دیکھتے ہیں

زمیں آسماں ہیں انہیں کی بدولت
انہیں کی بدولت چمن دیکھتے ہیں

بشر تھے، بشر ہیں، بشر ہی رہیں گے
یہ قرآں میں واضح رقم دیکھتے ہیں

گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں سراسر
انہیں کی نگاہ کرم دیکھتے ہیں

ملے صدرؔ کو خاک ان وادیوں کی
تصور میں اپنے حرم دیکھتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اَلحَمدُلِلّٰہِ الَّذِیٓ اَرسَلَ رَسُولَہٗ بِالھُدٰی وَدِینِ الحَقِّ لِیُظھِرَہٗ عَلَی الدِّینِ کُلِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ اَمَّا بَعدُ فَاَعُوذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم. اِنَّ ھٰذَا القُراٰنَ یَھدِی لِلَّتِی ھِیَ اَقوَمُ

لائق تعظیم و حرمت اسلئے قرآن ہے
خالق ارض و سماء کا آخری فرمان ہے

اس صحیفے کی صحیفوں میں الگ ہی شان ہے
اسکے اک اک لفظ میں عرفان ہی عرفان ہے

برادران ملت اسلامیہ! قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وہ کتاب ہے جو تمام انسانوں کو ابدی اور سرمدی حیات کی دعوت دیتی ہے۔ یہ وہ صحیفۂ ایزدی ہے جس کے اندر حیات صالحہ کو تمام تر دستور و ضوابط منظم کر کے رکھ دیئے گئے ہیں۔ یہ وہ کلام ربانی ہے جو انسان کو ضلالت و گمراہی کے عمیق غار سے نکال کر صراط مستقیم کی جانب لاتا ہے۔ یہ وہ مینارۂ نور ہے جس کی روشنی کل بھی پوری دنیا کو محیط تھی اور آج بھی اسی آب و تاب کے ساتھ

چمک رہی ہے۔ یہ وہ برق تپاں ہے جو آج بھی خرمن کفر کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ یہ وہ انقلاب آفریں کتاب ہے جس نے پوری دنیا کے اندر ایسا انقلاب اور زلزلہ پیدا کر دیا جس کے جھٹکے آج بھی تیزی کے ساتھ محسوس کئے جا رہے ہیں۔ جس نے عرب جیسی شقی، بدبخت، آباپرست اور ضدی قوم کے قلوب کو چند ایام میں اس طرح پلٹ کر رکھ دیا کہ وہی قوم جو مذہب اسلام کا مذاق اڑاتی تھی، قرآن کا استہزاء کرتی تھی، یتیم عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو کبھی شاعر، کبھی مجنون، کبھی پاگل اور کبھی ساحر و کاہن جیسے برے القاب سے پکارتی تھی، قرآنی انقلاب کے بعد مذہب اسلام کی پیرو نظر آرہی ہے، دین متین کی شیدائی نظر آرہی ہے، مکی و مدنی تاجدار ﷺ کی پکی سچی عاشق نظر آرہی ہے، قرآنی تعلیمات پر اپنے کو قربان کرتی نظر آرہی ہے۔

حضرات! صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرتوں کو پڑھئے، اس صدی کی تاریخ پر بہار کو الٹ کر دیکھئے تو آپ کو مجبور ہو کر یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ابو بکرؓ کو صدیق بنایا تو قرآن کی برکت نے، عمرؓ کو فاروق بنایا تو قرآن کی برکت نے، عثمانؓ کو ذی النورین بنایا تو قرآن کی برکت نے، علیؓ کو حیدر کرار بنایا تو قرآن کی برکت نے، زبیرؓ کو زہد و تقویٰ کا اعلیٰ معیار عطا کیا تو قرآن کی برکت نے، معاویہؓ کو سیاست پر دسترس عطا کی تو قرآن کی

برکت نے، عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہوں یا طلحہؓ ہوں، زبیرؓ و معاویہؓ ہوں یا عبیدہؓ ہوں، ان تمام کو عشرۂ مبشرہ کی فہرست میں جگہ دی تو قرآن کی برکت نے، اصحاب بدر و احد کو اتنا اونچا اور چمکدار تاج عنایت کیا تو قرآن کی برکت نے، اصحاب بیعت رضواں کو رضائے الٰہی کا پروانہ دیا تو قرآن کی برکت نے، مختصر یہ کہ جتنے بھی اکابر و اصاغر صحابۂ کرامؓ ہیں انکو مکرم و معظم بنایا تو قرآن کی برکت نے۔

برادران ملتِ سلامیہ! یہ حضرات اتنے اونچے کیوں بنے ؟ اس لئے کہ ان کی زندگیوں میں قرآن تھا، قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ان کا نصب العین تھا۔ قرآن کے ایک ایک لفظ کو اپنی زندگیوں میں اتار لینے کو باعث فخر سمجھتے تھے، جس کی وجہ سے یہ حضرات آخرت میں مالک ارض و سماء کے سامنے سرخرو تو ہوں گے ہی ساتھ ہی دنیا میں بھی اللہ نے وہ مقام و مرتبہ عنایت فرمایا کہ آج بھی لوگوں کو رشک ہے۔ آج بھی اسلام دشمن طاقتیں ان کی تاریخوں کو پڑھتی ہیں تو ان کی روحیں کانپ اٹھتی ہیں۔

مگر افسوس صد افسوس آج ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، اسلامی حمیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اپنے کو قرآن والا کہتے ہیں، محمد عربی ﷺ کا پکا سچا عاشق کہتے ہیں، ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ جب یہ سب کچھ ہمارے پاس موجود ہے تو اسی کی بدولت اسلامی کیمپ کے سپاہی محمد عربی ﷺ کے غلام معزز

تھے ہم ذلیل و خوار کیوں ہیں۔ وہ دنیا کے سامنے بلند و بالا تھے ہم پستی کے عمیق غار میں کیوں دھنستے چلے جا رہے ہیں؟ ان سے انسان تو انسان جانور تک ڈرتے اور کانپتے تھے ہم سے ایک تنکا بھی خائف کیوں نہیں ہوتا بلکہ ہم اس تنکے سے خوف و ہراس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی قرآن نے ان کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا تھا، ہماری زندگیوں میں انقلاب کیوں نہیں آتا۔

کیا قرآن کی اب وہ شکل موجود نہیں؟ کیا اس کے الفاظ بدل گئے ہیں؟ کیا وہ تاثیر و جاذبیت ختم ہو گئی ہے؟ کیا اس کے معانی بدل گئے؟ کیا وہ صورت و آہنگ بدل گیا جس نے عمر بن خطابؓ جیسے قوی اور جانباز مرد کو اسلام کا شیدائی بنا دیا تھا، حضرت اسعد بن زرارہؓ کو حضرت معصب کے دست حق پر بیعت کرنے پر مجبور کر دیا تھا اور حضرت ثمامہ بن اثالؓ صرف چند آیات سن کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے، ذوالبحرین نامی چرواہا صرف چند کلمات سن کر عاشق رسول ﷺ بن گیا تھا۔

ہر گز ہر گز ایسا نہیں، بلکہ قرآن آج بھی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ زندہ و تابندہ ہے۔ اس کی افادیت اور نافعیت آج بھی موجود ہے، اس کی جامعیت آج بھی باقی ہے، اس کی تاثیر آج بھی محسوس کی جاتی ہے، اس کے چیلنج "فاتوا بسورۃ من مثلہ الخ" کا جواب دینے والا کوئی لال پیدا نہیں ہو رہا ہے۔ غرضیکہ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں آئی

ہے، بلکہ ہم بدل گئے ہمارے حالات بدل گئے، ہمارا یقین متزلزل ہو گیا، ہمارے قلوب زنگ آلود ہو گئے۔ نزول قرآن کے مقاصد کو ہم نے بھلا دیا اس کے مطالبات و مقتضیات کو ہم نے فراموش کر دیا۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قرآن کا ہم سے مطالبہ ہے کہ ہم کلمۂ طیبہ **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے تقاضوں پر عمل کریں، ہم ان تقاضوں پر عمل نہیں کرتے، قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہم پانچوں نمازوں کو پابندی سے ادا کریں ہم اس مطالبے پر کوئی دھیان نہیں دیتے۔ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہم رمضان المبارک کے روزے رکھیں ہم روزے نہیں رکھتے، قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہم اپنے مالوں کی زکوۃ نکالیں ہم زکوۃ نہیں نکالتے، قرآن کا مطالبہ ہے کہ اگر ہم صاحب استطاعت ہیں تو بیت اللہ کا حج کریں، ہم کو مال کی محبت حج کرنے نہیں دیتی۔ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہم آپس میں اتحاد و اتفاق کا ماحول پیدا کریں ہم نااتفاقی پر تلے ہوئے ہیں۔ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہم ماں باپ، بھائی بہن، اولاد و رشتہ دار اور پڑوسیوں کے حقوق کو سمجھیں اور اس کی ادائیگی کریں ہم ان حقوق کی ادائیگی سے کوسوں دور ہیں۔ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہم اس کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں اتاریں ہم ہیں کہ ان تعلیمات کو اپنے قریب بھی پہنچنے نہیں دیتے،

قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہم اس کی تعلیمات کو عام کریں اور اس پر آنے والے تمام حوادثات اور تمام آندھیوں کا جم کر مقابلہ کریں ہم ہیں کہ بزدل ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔

اس وجہ سے رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُوْنَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ کے حامل انسان نظر نہیں آتے تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَّطَمَعاً وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ جیسے مضطرب افراد نظر نہیں آتے اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْماً عَبُوْساً قَمْطَرِيْراً جیسے دردمندوں کی بہت کمی ہو گئی ہے۔ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ جیسے مخلصین ناپید ہو گئے۔

اور میرے اسلامی بھائیو! یہ بھی حقیقت ہے اس کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ انہیں قرآنی تعلیمات کو فراموش کر دینے کی وجہ سے اور انہیں مطالبات کو پس پشت ڈال دینے کی وجہ سے ہمارے دین و مذہب پر طرح طرح کے اعتراضات کئے جا رہے ہیں، قرآن عظیم کو مشق ستم بنایا جا رہا ہے، کہیں کوئی قرآن پر پابندی لگوانے کے لئے ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کرتا ہے تو کہیں کوئی قرآن کریم کو جھگڑے فساد والی کتاب کہہ

رہا ہے، کہیں کوئی قرآن کریم کا مضحکہ اڑا رہا ہے تو کہیں کوئی اس پر اعتراضات کی بوچھاریں کر رہا ہے کہیں کوئی یوں خرافات بکتا نظر آتا ہے کہ یہ دھرم کوئی دھرم ہے یہ مذہب کوئی مذہب ہے یہ دین کوئی دین ہے، یہ کتاب کوئی پرمیشور کی اتاری ہوئی سکتی ہے جو لوگوں کو مارنے اور قتل کرنے کا حکم دے، لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور سنگسار کرنے کا حکم دے لوگوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کا حکم دے۔ کہیں یکساں سول کوڈ نافذ کر کے قرآنی تعلیمات کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے، کہیں ہماری مسجدوں اور عیدگاہوں کو مسمار کر کے قرآنی تعلیمات کا سدباب کیا جا رہا ہے اور ہمارے اس تعصب پرست ملک کے اندر اللہ کی شریعت اور قانون کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اس میں طرح طرح سے تغیر و تبدل کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حالانکہ:

بجھ نہیں سکتا کسی آندھی سے قرآں کا چراغ

آندھیو خود آزما لو سامنے میدان ہے

برادرانِ ملت اسلامیہ اور میرے ہمت ور نوجوانو! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس زندۂ جاوید سرمدی اور ابدی کتاب پر آنچ آجائے، اس کی بے حرمتی ہو اور ہم اطمینان سے بیٹھے رہیں۔ ہم ہر طرح کی طاقت سے ٹکرا جائیں گے، تمام حالات کا جم کر مقابلہ کریں گے اسکے تمام چیلنج کو ہر

وقت قبول کرنے کیلئے تیار رہیں گے اس لئے کہ:

باطل سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

حضرات گرامی! قرآن نے جہاد کا حکم دیا ہے، سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے، شہر بدر اور جلاوطنی کا حکم دیا ہے، لیکن ناحق نہیں۔ بلکہ قرآن کا بانگ دہل کل بھی یہ اعلان تھا اور آج بھی من و عن موجود ہے کہ جتنے بھی فتنہ پرور اور شرارت پسند ہیں بڑے بڑے جرائم اور مظالم کا جس نے بھی ارتکاب کیا ہے معاصیات کے جو بھی عادی ہیں ان کے لئے اسی کے مطابق و مناسب سزائیں متعین کرو تا کہ مظالم کا خاتمہ ہو سکے اور لوگوں کو ایک نئی زندگی مل سکے۔ باری تعالیٰ نے فرمایا لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَاُولِي الْأَبْصَارِ کہ تمہارے لئے قصاص میں ایک نئی زندگی ہے اے بصارت رکھنے والو!

میرے انصاف ور نوجوانو! تدبر و تفکر کا مقام ہے کہ اگر مجرمین کو ان کے جرم کی وجہ سے سزائیں دی جائیں، چور کو اس کی چوری کی وجہ سے سزا دی جائے، زانی کو اس کے زنا کی وجہ سے سزا دی جائے، شرابی اور نشہ خوروں کو اس کی نشہ خوری پر گرفت کی جائے، باغی اور قاتل کو اس کی بغاوت اور قتل پر قتل کر دیا جائے، غلط و بدیہی البطلان شئی کو اپنا نصب العین اور عقیدہ بنا لینے والے کو سمجھایا جائے اور عدم ترک پر مواخذہ کیا جائے تو کیا یہ ناانصافی ہے؟ کیا یہ موقف غلط ہے؟ کیا یہ طریقۂ کار غلط ہے؟ یقیناً

نہیں، بلاشبہ یہ وہی طریقہ کار ہے جو آدمی اپنی اولاد اور اپنے ماتحوں کے بارے میں اختیار کرتا ہے۔

قرآن فتنہ وفساد پھیلانے والی کتاب نہیں۔ اَلْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ گواہی دے رہا ہے کہ فتنہ و فساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی کتاب ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا کا اعلان ہے کہ اتحاد و اتفاق کا ماحول پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِی لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ کی شہادت ہے کہ درست اور سیدھا راستہ اسی سے مل سکتا ہے۔ قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰی اَنْ یَّاْ تُوْبِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ لَایَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ کا چیلنج بتلا رہا ہے کہ خدا کا نازل کردہ کلام ہے کوئی انسانی تالیف وتصنیف کردہ نہیں۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاھُوَشِفَاءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُوْمِنِیْنَ کے الفاظ گواہ ہیں کہ قرآن ہر قسم کے امراض روحانی سے شفا دینے والی کتاب ہے اور مومنین کے لئے باعث رحمت ہے وَمَاعَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ وَ مَایَنْبَغِیْ لَہٗ اِنْ ھُوَ اِلاَّ ذِکْرٌوَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ کی وضاحت ہے کہ یہ کوئی تفریحی اور وقت گزاری کی کتاب نہیں۔ لَوْ اَنْزَلْنَاھٰذَاالْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ کے الفاظ سے بالکل عیاں ہے کہ یہ جلال خداوندی کا مظہر ہے۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْااَیْدِیَھُمَا جَزَاءً بِمَا کَسَبَا کا دوٹوک فیصلہ ہے کہ چوری اور ڈکیتی اور پاکٹ ماری کا سد باب کرنے والی کتاب

ہے۔ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِی فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِأَۃَ جَلْدَۃٍ کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ زنا سے روکنے والی کتاب ہے۔ اِنَّمَ االْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ شراب، جوئے اور دیگر خرافات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی کتاب ہے۔

حاضرین کرام! کہاں تک آپکے سامنے قرآنی تعلیمات کا شمار کراؤں۔ اس گہرے سمندر میں کہاں تک غوطہ زنی کی جائے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ معاصی اور مظالم کا سد باب اگر کوئی کتاب کر سکتی ہے تو وہ قرآن ہے۔

میرے اسلامی بھائیو! ہمارے اندر وہ یقین موجود نہیں جس کا قرآن ہم سے متقاضی ہے۔ ہمارے اندر قرآنی کردار موجود نہیں۔ ہم نے اپنے آپ کو قرآنی نمونہ بنا کر دنیا والوں کے سامنے پیش نہیں کیا اور قرآنی تعلیمات سے روشناس نہیں کرایا اسی وجہ سے ہماری دنیا و آخرت تو بگڑ ہی رہی ہے ساتھ ہی ہمارے دین پر طرح طرح کے اعتراضات کئے جا رہے ہیں۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر یقین کامل پیدا کرے۔ قرآنی تعلیمات پر چلنے والا بنا کے۔ آمین!

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشاف

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

علم دین کی اہمیت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمْ اَمَّا بَعْدُ قَالَ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمْ

ان اہل علم و دانش کے ناقص ہیں سارے منصوبے
انساں کو بنانے والا ہی انساں کے مسائل جانے ہے

حضرات گرامی! یہ میرے لئے بڑی ہی سعادت اور خوش بختی کی بات ہے کہ اتنے بھرے مجمع کے سامنے دین کی نسبت سے ہمیں کچھ بولنے اور کہنے کا موقع دیا گیا یہ آپ ہی لوگوں کی توجہات ہیں کہ اگرچہ پاؤں میں لرزہ ہے۔ دل کی دھڑکن تیز ہے پھر بھی لب کشائی کی جرأت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ میری حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

حضرات! علم دین کے قرآن واحادیث کے اندر بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ مذہب اسلام کے اندر اس کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے کہ علم دین ہی کے ذریعہ معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے۔ علم دین ہی کے ذریعہ جناب مدنی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کو سمجھا جا

سکتا ہے، علم دین ہی کے ذریعہ قرآن کی حقانیت اور اس کے اعجاز کی جانب رہنمائی مل سکتی ہے، علم دین ہی کے ذریعہ جنت و جہنم کی واقعیت کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ غرضیکہ پورے دین کا مدار علم دین ہی کے اوپر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی مایہ ناز تالیف الصحیح البخاری کے اندر کتاب الایمان سے پہلے باب العلم کا عنوان قائم کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ بغیر علم کے ایمان کے اندر کمال نہیں آسکتا۔

اسکی اہمیت وافادیت ہی کا نتیجہ ہے کہ قرآن واحادیث کے اندر ایک دو جگہ نہیں بلکہ کئی مقامات پر مختلف انداز و اسلوب میں اس کی اہمیت و افادیت کو بتایا گیا ہے۔ کہیں هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ کہہ کر اس کی اہمیت کو بتایا تو کہیں لَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ کہہ کر اسکی جانب ترغیب دلائی۔ کہیں طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ کہہ کر انسان کو اس کی ذمہ داری کا احساس دلوایا۔ کہیں مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقاً اِلَى الْجَنَّةِ کہہ کر اس کی جانب توجہ دلائی اور کہیں اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ کہہ کر اس کے مقام و مرتبہ کو واضح کیا۔

برادران ملت! یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے سیدنا حضرت آدمؑ کو مسجود ملائک بنایا۔ یہ علم ہی کا کمال ہے کہ جس نے انسان کو اشرف المخلوقات کے خطاب سے نوازا۔ یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے امام اعظمؒ کو قابل تقلید

بنایا۔ یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے امام شافعیؒ کو اتنا اونچا مقام و مرتبہ عنایت کیا، یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے امام مالکؒ کی عبقریت کو مدینے کی گلی گلی تک پہونچایا۔ یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے امام احمدؒ کو صرف صوفی وقت ہی نہیں بلکہ قابل نمونہ بنایا، یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے حضرت تھانویؒ کو حکیم الامت کے لقب سے سرفراز کیا، یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے حضرت قاری طیبؒ صاحب کو حکیم الاسلام کے لقب سے ملقب کیا، یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے حضرت مدنیؒ کو شیخ الاسلام بنایا، یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے حضرت محمود الحسنؒ دیوبندی کو شیخ الہند بنایا، یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے حضرت مولانا زکریاؒ کو شیخ الحدیث کے نام سے مشہور کیا، یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے انور شاہ کشمیریؒ کا باکمال مدرس اور محقق بنایا یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے رشید احمد گنگوہیؒ کو حامی سنت اور قاطع بدعت بنایا، یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے مولانا نانوتویؒ کو سنت کا پیرو اور متبع بنایا یہ علم ہی کا کمال ہے جس نے قاری صدیق احمدؒ کو عارف باللہ کے خطاب سے نوازا۔

حضرات گرامی! جن کے اندر بھی یہ کمال آیا جو بھی سرخروئے زمانہ اور تاریخ کا زریں باب بنے وہ صرف اس وجہ سے کہ انھوں نے حصول علم دین کو اہمیت دی۔ مسلسل سعی پیہم اور جانفشانی کا مظاہرہ کیا۔ مطالعہ و کتب بینی میں دن و رات کو ایک کر دیا۔ قرآن و احادیث سے انس

پیدا کیا۔ تاریخ وسیر اور دیگر علوم سے دوستی قائم کی۔ متاع دنیا سے بیزار ہو کر نعمت عقبیٰ کی فکر میں لگے رہے۔ علم کی راہ میں بڑے بڑے مظالم، مصائب و آلام چٹانوں اور پہاڑوں کی شکل میں آئے مگر ان لوگوں سے سب کا مقابلہ کیا۔ تحصیل علم کے لئے اسفار پہ اسفار کئے۔ میلوں کی مسافت ہے پھر بھی اس کو پیدل قطع کیا۔ گاؤں والے، رشتہ دار اور پڑوسیوں کو چھوڑ دیا، بیوی بچے کی محبت ستاتی رہی مال و دولت اور سارے ناز و نعمت چھوٹ گئے۔ کئی کئی دنوں تک کھانے کی نوبت نہیں آئی۔ بھوک غالب ہوئی تو درخت کے پتے اور گری پڑی ہوئی چیزوں پر گذارا کر لیا لیکن کبھی بھی کسی حال میں تحصیل علم سے منھ نہیں موڑا۔

برادران ملت! عبدالرحمٰن بن قاسم کو کون نہیں جانتا جنھوں نے تحصیل علم کی خاطر سولہ برس تک اپنی بیوی بچوں کی محبتوں کو تیاگ دیا اور امام دار الہجرت کے درس سے استفادہ کرتے رہے۔ ہارون الرشید بادشاہِ وقت تھے لیکن پھر بھی بغداد سے مدینہ تحصیل حدیث کی خاطر پیادہ پا آیا کرتے تھے سپہ سالار فرخ ۲۷ برس تک گھر سے دور بیابانوں اور جنگلوں کی خاک چھانتے رہے اور علم حدیث کو پروان چڑھاتے رہے۔ خود امام مالکؒ نے حصول علم کے لئے بہت بہت لمبی مسافت پیدل قطع کی ہے۔ امام بخاریؒ کا حال یہ ہے کہ بخارا سے لے کر مصر تک کے تمام بلاد

عربیہ کا چکر لگایا اور وہاں کے علماء محدثین سے کسب فیض حاصل کیا۔ امام مسلمؒ کا کیا پوچھنا انہوں نے تو احادیث کے اوپر اپنے آپ کو بھینٹ ہی چڑھا دیا۔ ابن المقریؒ نے بھی علم کی خاطر صرف ایشیا ہی نہیں بلکہ افریقہ اور اسپین کی پریشانیاں بھی جھیلی ہیں۔ ابو العباس رازیؒ نے بھی صرف سفر بخارا ہی کی صعوبت برداشت نہیں کی بلکہ نیشاپور اور بغداد کا سفر بھی قطع کیا۔ ہمارے اکابرین علماء نے اسفار ضرور کم کئے ہیں لیکن انہوں نے وطن میں رہ کر تحصیل علم اور اشاعت حدیث کی خاطر وہ پریشانیاں جھیلیں ہیں کہ اگر انکا تذکرہ کیا جائے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

حضرات سامعین کرام! ایسے ہی طالب علم کیلئے ایسے ہی طالب حدیث کے لئے جناب محمد عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ کہ جو بھی علم کی تلاش و جستجو میں کوئی سفر کرتا ہے کوئی مسافت قطع کرتا ہے تو اس کو یہ تصور کر لینا چاہیئے کہ یہ راستہ اور یہ مسافت صرف اس حصول علم کے لئے نہیں بلکہ یہی راستہ اس کو جنت میں لے جانے والا ہے اور فرمایا کہ طالب علم کا طالب حدیث کا خدا کے یہاں وہ مقام و مرتبہ ہے کہ فرشتے جیسی پاکیزہ اور معصوم مخلوق ان کے قدموں کے نیچے اپنا پر بچھا دیتی ہے، نیز فرمایا کہ ایک عالم دین کی فضیلت عابد یعنی عبادت گذار کے اوپر ایسی ہے جیسے

چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر۔

بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ہمیشہ طلب علم میں رہتے ہیں۔ سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہیں۔ تونگری اور فاقہ مستی میں رہ کر بھی تحصیل علم سے منہ نہیں موڑتے بلکہ علم جیسی گرانقدر موتیوں سے اپنے سینوں کو معمور کر لیتے ہیں اور خوش قسمت ہیں وہ والدین جو اپنے کلیجہ پر پتھر رکھ کر اپنے بیٹے کو اپنی آغوش اور اپنے وطن سے جدا کر دیتے ہیں۔ حامل قرآن وسنت بناتے ہیں عالم و فاضل بناتے ہیں، حافظ و قاری بناتے ہیں، داعی اسلام اور اسلام کا علم بردار بناتے ہیں۔

اور کتنے محروم القسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی اولاد کو اس نعمت عظمیٰ سے محروم رکھتے ہیں۔ مدارس اسلامیہ میں داخل کرانے کے بجائے اسکول، کالج، اور یونیورسیٹی کی سیر کراتے ہیں اور اپنے نور نظر، لخت جگر کے لئے ایسے اداروں کا انتخاب کرتے ہیں جہاں علوم دینیہ کا نام و نشان نہیں ہوتا اسلامی کلچر بالکل مفقود ہوتے ہیں مغربی تہذیب کا رنگ چڑھا ہوا ہوتا ہے علوم عصریہ اور سائنسی علوم کو سراہا اور دینی علوم کا مذاق اڑایا جاتا ہے جہاں اسلامی شخصیات بو بکر و عمر عثمان و حیدر کے بجائے رام، چندر، ہنومان، کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ اسلامی غزوات و سریے کے بجائے رامائن اور مہابھارت کی کہانیاں پڑھائی اور سکھائی جاتی ہیں یہ

لوگ اپنے لخت جگر کے لئے ایسے ہی اداروں کا انتخاب بھی کرتے ہیں اور خود ہی یہ شکایات بھی کرتے ہیں کہ میرا بیٹا نالائق اور بدتہذیب ہے۔ میرا کہنا نہیں مانتا، بھولے سے بھی مسجد کا رخ نہیں کرتا۔ بلکہ دن بھر تاش جوئے اور شراب نوشی میں مست رہتا ہے۔ ہندوستانی بالروں اور بیٹسمینوں کی طرح دن بھر گیند بازی اور بلے بازی کرتا رہتا ہے اور اگر ٹی وی میں کوئی مقابلہ آجائے تو دن ورات ٹی وی کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔

معزز حاضرین! تعجب ہے ایسے والدین پر جو اس طرح کی شکایات کرتے ہیں۔ ارے آپ نے اپنے نور نظر کے لئے ایسے اداروں کا انتخاب کیوں کیا ہے۔ جب وہ مغربی تہذیب سیکھ کر آیا ہے تو اسلامی تہذیب و تمدن کیسے اختیار کر سکتا ہے۔ جب وہ حکم عدولی اور نافرمانی سیکھ کر آیا ہے تو وہ آپ کی بات کیسے مانے گا۔ جب وہ آزاد مزاجی اپنا کر آیا ہے تو وہ اسلامی حدود کے اندر کیسے رہ سکتا ہے۔ مسجد کا رخ کیسے کر سکتا ہے۔ تلاوت و مذاکرے کی مجلسوں میں کیسے بیٹھ سکتا ہے۔ تاش جوابازی اور شراب نوشی کیسے نہیں کرے گا۔ وہ کھیل کود فٹ بال، کرکٹ سیکھ کر آیا ہے تو وہ اپنے وقت کی قدر کیسے پہچان سکتا ہے۔

آج جب کسی سے کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے بچوں کو دینی اداروں اور مدارس اسلامیہ میں داخل کرائیے تو بڑے ہی شدومد کے ساتھ یہ صدا بلند

کی جاتی ہے کہ مدارس اسلامیہ میں اپنے بچوں کو داخل کرنا ان کی پاکیزہ زندگیوں کے ساتھ کھلواڑ کرنا ہے کیوں کہ جب یہی بچہ پڑھ کر فارغ ہو جاتا ہے تو بیکاری اور فقر و فاقہ اس کے گلے لگ جاتی ہے نہ تو اس کے لئے کسی سرکاری محکمے میں کوئی جگہ ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی نوکریاں اور ملازمتیں ان کو مل پاتی ہیں نہ وہ صحیح ڈھنگ سے تجارت و کاروبار سنبھال سکتا ہے۔ نہ ہی کوئی لمیٹیڈ کمپنیاں اس کو قبول کر سکتی ہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ کسی مدرسے کا معمولی مدرس بنے یا کسی مسجد کا حقیر اور بے وقار امام و مؤذن بنے اور دو چار سو روپے ماہوار کے عوض ممبران اور ٹرسٹی کی غلامی کرے۔ یہ معمولی سی رقم خود اس کے لئے کافی نہیں چہ جائیکہ اس سے اپنا پریوار چلائے اور بیوی بچوں کی پرورش و پرداخت کرے۔

حضرات گرامی! ہماری فکر کیوں بدل گئی۔ ہماری سوچ میں اس قدر تبدیلی کیسے آگئی کل تک ہم دینی علوم کو عزت و وقار سمجھتے تھے۔ آج عصری اور جدید سائنسی علوم کی طرف ہمارے رجحانات اس قدر کیوں تیز ہو چکے ہیں۔ کل تک ہم مال و دولت روپے پیسے سے دور بھاگتے تھے آج ہم اس کے اس قدر کیوں حریص ہو چکے ہیں۔ باری تعالیٰ سے اعتماد و بھروسہ کیوں اٹھ چکا ہے قرآن کہتا ہے مَامِنْ شَيْئٍ اِلَّاعَلَى اللهِ رِزْقُهَا کہ جس مالک کائنات نے پیدا کیا ہے وہی رزق کا بھی ضامن ہے۔ ہمارے

حالات بتلا رہے ہیں کہ ہم نے رزاق گویا بجائے خدائے وحدہ لاشریک کے سرکاری نوکریوں کو تصور کرلیا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باری تعالیٰ سب کو کھلائے اور اپنے مقربین کو بھوکا رکھے۔ علوم الٰہی پر اپنے آپ کو وقف کردینے والے کو فقر وفاقہ میں مبتلا کردے۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

ملت کے نوجوانو! آج میں اس بھرے مجمع کے سامنے صدائے چیلنج بلند کرتا ہوں کہ ہے کوئی مائی کالال جو یہ ثابت کردے کہ واقعی جس نے بھی، وقت کی قدر پہچانی ہو، پوری عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ علم حاصل کیا ہو وہ کہیں کسی جگہ فاقہ کا شکار ہو، کہیں اس کے عزت ووقار کو مجروح کیا جارہا ہو۔ اس کی شان وشوکت پر ضرب کاری کی جارہی ہو۔ دو ٹکڑے روٹیوں کے لئے شہر کی گلیوں میں چکر لگاتا ہو، اس کی بیوی اور بچیاں فقر وفاقہ کی وجہ سے اپنی عزت وناموس کو نیلام کررہی ہو، میرے اس چیلنج کو ہرگز ہرگز کوئی قبول نہیں کرسکتا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں ان اہل علم کو آخرت میں جو سرخروئی حاصل ہوگی وہ تو ہوگی ہی۔ خود اسی دنیا کے اندر ان کی یہ حالت ہے کہ اگر اطمینان وسکون ملے گا تو ان ہی علماء کے پاس۔ اگر چین وطمانیت ملے گی تو ان ہی علماء کے پاس۔ اگر خوشحالی ملے گی تو

ان ہی علماء کے پاس۔ اگر عزت و وقار ملے گا تو ان ہی علماء کے پاس۔ اگر صفائی اور پاکیزگی ملے گی تو ان ہی علماء کے پاس۔ اگر وفاداری ملے گی تو ان ہی علماء کے پاس۔ اور اگر دینی اور مذہبی اعتبار سے دیکھا جائے تو اگر قرآن ملے گا تو ان ہی علماء کے پاس۔ اگر فرمودات انبیاء ملیں گے تو ان ہی علماء کے پاس۔ اگر رہنما اصول ملیں گے تو ان ہی علماء کے پاس۔ اگر پورا دین تلاش کیا جائے تو ان ہی علماء کے پاس ملے گا۔ غرضیکہ باری تعالیٰ نے دین و دنیا دونوں قسم کی نعمتوں کو علماء کرام کی جھولیوں میں لا کر رکھ دیا ہے۔ اس لئے یہ علماء عظام آخرت میں بھی کامیاب ہیں اور دنیا میں بھی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ حضور اکرم ﷺ سے علم دین کے فوائد کو اس طرح نقل کرتے ہیں کہ علم سیکھنا عبادت ہے علم کا مذاکرہ کرنا تسبیح ہے علم کی تلاش جہاد ہے جاہلوں کو سکھانا صدقہ ہے مستحقین کو سکھانا تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے علم حلال و حرام کی نشانی ہے جنت کے راستوں پر روشنی کا ستون ہے تنہائی کا مونس اور دوست ہے۔ پردیس میں رفیق ہے تنہائی میں ساتھی ہے۔ علم راحت و سکون کا ذریعہ ہے دشمنوں کے مقابلہ میں ہتھیار ہے۔ دوستوں میں زینت ہے علم بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہے اخلاق و کردار کو احسن بناتا ہے اہل علم کی خدمت کے فرشتے خواہاں ہوتے ہیں۔ دنیا کی تمام چیزیں حتیٰ کہ مچھلیاں کیڑے مکوڑے تک ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں

علم دلوں کے لئے زندگی ہے تاریکیوں کے لئے روشنی ہے علم میں غور وفکر روزے کے برابر ہے۔ علم میں مشغول رہنا شب بیداری کے برابر ہے۔ علم عمل کا رہنما ہے عمل علم کا پیرو ہے۔ جو لوگ نصیب والے ہیں ان کو اس کی توفیق ہوتی ہے اور بد بخت اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔

حضرات گرامی! اتنے فوائد کے رہتے ہوئے ہم اس نعمت عظمیٰ سے دور رہیں ہمارے لئے کتنی بڑی بد قسمتی کی بات ہے۔ ہمیں تدبر و فکر سے اور سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہئے ہمارے ان ہی علوم سے غیروں نے جب فائدہ اٹھایا تو نئی نئی چیزوں کی تحقیقات کیں نئے نئے آلات ایجاد کئے اور اپنی عبقریت کا سکہ پورے عالم میں جمایا اور ہم ان علوم کو حاصل کیا کریں گے بلکہ اس کو گھٹیا سے گھٹیا ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری فکر کے اندر تبدیلی پیدا کر دے اور علم دین سے دوستی قائم کر دے۔ آمین

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

وَمَا عَلَيْنَا اِلاَّ الْبَلَاغ

خواتین اسلام
دینی اور عصری علوم کے آئینے میں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم

برادران ملت اور حاضرین اجلاس! تعلیم رجال کی طرح تعلیم نسواں کو بھی شریعت اسلامیہ کے اندر غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے کہ جہاں بھی شریعت نے تعلیم کا مطالبہ کیا ہے تو ایسا اسلوب اور عمومی بیان اختیار کیا ہے جو دونوں صنفوں کو شامل ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ دوسری جگہ فرمایا لَایَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ کہ جس طرح بینا اور نا بینا برابر نہیں ہو سکتے، روشنی اور تاریکی برابر نہیں ہو سکتی، دھوپ اور سایہ برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح اہل علم اور غیر اہل علم برابر نہیں ہو سکتے جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْنِ علم حاصل کرو اگر چہ اس کی طلب میں تم کو چین جیسے دور دراز علاقے کا سفر کیوں نہ کرنا پڑے، دوسری جگہ ارشاد فرمایا طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ دوسری سند سے یہی روایت اَوْ مُسْلِمَةٍ کی زیادتی کے ساتھ موجود ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ طلب علم جس طرح مرد کے لئے ضروری اور فرض ہے اسی

طریقے سے عورتوں کے لئے بھی ضروری اور فرض ہے۔

حضرات! یہ حقیقت ہے کہ جن قوموں نے بھی حصول علم کو اولیت دی اس کو اپنا سرمایۂ زندگی بنایا۔ وہ قومیں زندہ اور تابندہ رہیں۔ ان کی قسمت کا ستارہ افق پر رہا۔ ان کی عزت و ناموری کے چرچے پورے عالم میں رہے۔ تاریخ عالم اسے بھلا نہ سکی۔ لیکن اس کے برعکس جو قومیں علم جیسی بے بہا نعمت سے محروم رہیں وہ ہمیشہ پسماندہ اور پریشان حال رہیں۔ ہمیشہ وہ گردش ایام کا شکار رہیں۔ پورے عالم میں اس کی محرومی و بے بسی کی داستانیں دہرائی جاتی رہیں حتی کہ اپنے وجود کو ترس کر رہ گئیں۔

تعلیم نسواں کی اہمیت ہی کا نتیجہ تھا کہ جناب محمد ﷺ جس طرح مرد کو وعظ و نصیحت فرماتے اور ان کو تعلیم دیا کرتے تھے اسی طریقے سے خواتین اسلام کو بھی وعظ و نصیحت فرماتے اور علوم و معارف سے ان کو روشناس کراتے تھے، اور ان کی تعلیم کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

حضرات گرامی! بلاشبہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر خواتین اسلام علوم دینیہ کو حاصل کر لینے کے بعد علوم عصریہ کو بھی حاصل کر لیتی ہیں۔ عالم فاضلہ کے ساتھ ساتھ بہترین ادیبہ اور شاعرہ بن جاتی ہیں۔ اچھی معالجہ اور ڈاکٹر بن جاتی ہیں انجینیرنگ، ڈپلوما اور دیگر ٹیکنیکل جینڈ کی ڈگریاں ان کے پاس ہو جاتی ہیں تو لائق تحسین اور قابل فخر ہیں۔

چنانچہ جب ہم پہلی صدی کی تاریخ الٹ کر دیکھتے ہیں صحابیات کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ احادیث و تواریخ اسلامیہ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمارے سامنے ان سب کی نظیریں موجود ملتی ہیں۔

میرے دوستو! آؤ آج میں احادیث اور تاریخ اسلام کا آئینہ پیش

کرنے جارہا ہوں، سنو! اگر تم کو عالمہ اور فاضلہ کی تلاش ہے تو حضرت صدیقہ عائشہؓ کی حیات پاک کا مطالعہ کرو اگر کسی مفتی کی تلاش ہے تو حضرت حفصہؓ ام سلمہ اور حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی سوانح کا مطالعہ کرو۔ اگر تم کو کسی حافظ و قاری کی تلاش ہے تو ملکہ ہارون رشید کی کنیزوں سے عبرت حاصل کرو۔ اگر تم کو کسی مقررہ اور واعظہ کی تلاش ہے توام حسن، ام احمد اور خیرہ کا حال پوچھو، اگر تم کو کسی صوفیہ کی تلاش ہے تو رابعہ بصری کو دیکھو، اگر تم کو کسی صاحب رائے کی تلاش ہے توام سلمہؓ سے سبق حاصل کرو۔ اگر تم کو کسی محدث اور مفسر کی تلاش ہے تو ابن عساکرؒ کی استانیوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرو۔ اگر تم کو کسی مؤرخ اور ڈاکٹر کی تلاش ہے، کسی شاعرہ اور ادیبہ کی تلاش ہے کسی حساب داں اور دیگر علوم عصریہ میں ماہر خواتین کی تلاش ہے تو سیدہ عائشہؓ کی مثال تمہارے سامنے ہے یہی نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہم کو مثالیں ملتی ہیں۔

برادران ملت اسلامیہ! خواتین اسلام کا یہ نمایاں کردار صرف علمی میدان ہی میں نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی میدانوں میں انہوں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں کہ عالم اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ زندگی کے ہر میدان میں خواتین اسلام کی خدمت تاریخ کا زریں باب ہے۔

راہ حق میں استقامت دیکھنی ہو تو حضرت سمیہؓ کی استقامت دیکھو۔ میدان جنگ میں خواتین کی خدمات دیکھنی ہو تو حضرت ام عمارہؓ، حضرت ام حکیمؓ اور حضرت ام حارثؓ کی خدمات دیکھو، غزوات میں رضاکارانہ کردار دیکھنا ہو تو سیدہ عائشہؓ، فاطمہ زہرہؓ اور ام حرامؓ کا کردار دیکھو۔ عبادات وعلمی خدمات دیکھنی ہو تو حضرت صدیقہ عائشہؓ، حضرت ام سلمیٰؓ

اور حضرت حفصہ کی خدمات کا مطالعہ کرو۔ فہم فراست دیکھنی ہو تو حضرت بریرہ اور شفاء بنت عبداللہ کی فہم فراست کی داستان سنو۔ سماجی اور ملی خدمات دیکھنی ہو تو زبیدہ بنت جعفر کی خدمات دیکھو، غرض کہ تاریخ اسلام میں ہزاروں کی تعداد میں خواتین اسلام ہیں جن کی خدمات وکارکردگی اور محنت وجفاکشی کی روداد کتابوں میں موجود ہیں۔

برادران ملت اسلامیہ! اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب ان کو پوری آزادی مل گئی۔ جب جس وقت اور جہاں چاہیں اونٹ بے مہار کی طرح گھومیں علوم دینیہ اور علوم عصریہ کے حصول کے لئے من مانے ادارے کا انتخاب کریں، اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسٹیوں کی سیر کریں، حضرات! اس نازک اور پرفتن دور میں ہرگز ان کو اتنی کھلی آزادی نہیں دی جائے گی۔ ان اسکولوں، کالجوں اور ان یونیورسٹیوں میں داخل ہونے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔ جہاں خالص مغربی تہذیب کی آبیاری ہو رہی ہو مغربیت سے متاثر وہاں کا نصاب تعلیم ہو۔ اسلامی کلچر کا نام ونشان نہ ہو۔ اسلامی تہذیب وتمدن کی دھجیاں اڑائی جارہی ہو، نقاب اور برقعے کا استہزا کیا جارہا ہو، دوپٹے کا غلط استعمال کیا جارہا ہو، سیر و تفریح اور معاشقے کا رواج ہو۔ اسلام مخالف تعلیم کا انداز ہو، رام، شیام اور گھنشیام جیسی مثالوں سے زبان کو آلودہ کیا جارہا ہو لیلا مجنوں، شیریں فرہاد اور ہیر رانجھا کی کہانیاں پڑھائی جاتی ہوں۔

حضرات گرامی قدر! صحابیات کی زندگیوں میں کہیں بھی ایسی مثالیں نہیں ملتیں کہ انہوں نے دینی یا عصری علوم اس طرح کے اسکولوں یا کالجوں میں جاکر حاصل کیا ہو، بلکہ انہوں نے دینی علوم سیکھے

مگر گھر میں رہ کر، عصری علوم میں فائق رہیں مگر اپنے گھر میں رہ کر، حصول علم کا انتظام کیا مگر اسلامی تہذیب و تمدن کے سایے میں، بڑی سے بڑی علمی اور دینی خدمات انجام دیں مگر اسلامی حدود و قیود اور دائرے میں رہ کر، کسی وقت اور کہیں بھی اسلامی قوانین و ضوابط سے عدول نہیں کیا، چنانچہ ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہؓ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ مجھ کو تو آپ کی شاعری پر کوئی تعجب نہیں ہوتا کیوں کہ آپ ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی ہیں، جن کی فصاحت و بلاغت کے ہر سو چرچے ہیں، لیکن اے صدیقہؓ آپ بتلائیے کہ آپ نے فن طب کہاں سے حاصل کرلی تو حضرت صدیقہؓ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول جناب محمد ﷺ کو جب کوئی بیماری لاحق ہوتی تھی اور معالجے کیلئے باہر سے آنے والی کوئی جماعت علاج و تدابیر بتاتی تو میں اس کو یاد کرلیا کرتی تھی۔

میرے دوستو! کچھ اپنوں کے طرف سے اور مکمل طور سے غیروں کے طرف سے ایک ملی جلی سازش رچی جارہی ہے، جس سازش کے تحت اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اسکی تہذیب و تمدن کو مغربی تہذیب و تمدن میں ضم کر کے اس کے روپ کو بگاڑا جارہا ہے۔ آزادئ نسواں اور عصری علوم کے سبز باغات دکھا کر اپنی ہوس کی آگ بجھانا چاہتے ہیں، سرکاری نوکریوں اور ملازمتوں کی لالچ دلا کر اس پاکیزہ صنف کو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لانا چاہتے ہیں اور ان کو اپنی سیر و تفریح کا سامان بنانا چاہتے ہیں۔ ان کی عصمت کو داغدار کرنا چاہتے ہیں ان کی اپنی تہذیب و شائستگی کو ختم کردینا چاہتے ہیں ان سے ان کا اسلام ختم کردینا چاہتے ہیں۔

اس لئے میرے بھائیو اور نوجوانو! وقت اور حالات کو سمجھو ماحول

و نظریات کا جائزہ لو، دور جانے کی ضرورت نہیں ہے تم صرف اپنے ملک ہی پر غور کرو اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسیٹیوں میں جاؤ گے تو لڑکیاں نظر آئیں گی، ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں جاؤ گے تو دوشیزائیں ہی نظر آئیں گی، سرکاری دفاتر میں جاؤ گے تو لڑکیاں ہی نظر آئیں گی، اسٹیشنوں اور بس اڈوں پر جاؤ گے تو لڑکیاں ہی نظر آئیں گی۔ غرض کہ جس جگہ بھی جاؤ گے جس تجارت و کاروبار کو دیکھو گے ہر جگہ لڑکیاں ہی لڑکیاں نظر آئیں گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورت اور اس کے عریاں جسم کے بغیر کوئی بزنس چل ہی نہیں سکتی۔ کوئی کاروبار ترقی کر ہی نہیں سکتا۔

اس لئے میرے بھائیو اور میری بہنو! ان ہرے ہرے باغات کی لالچ میں مت آؤ نوکریوں اور ملازمتوں سے فریب مت کھاؤ، مال و دولت کا حرص مت رکھو، بلکہ اپنی عزت و عظمت کو پہچانو، اپنے وقار اور برتری کی حفاظت کرو، اسلامی تعلیمات سے اپنے سینوں کو معمور کر لو کیوں کہ اسی کے متعلق کل تم سے سوال کیا جائے گا اگر تمھارے گھر میں عصری علوم کا انتظام ہے تو حاصل کرو ورنہ ان علوم کو لات مار دو، مالک کائنات نے جب پیدا فرمایا ہے تو وہی رزق کا بھی بندوبست کرے گا، مامِنْ شَیْئٍ اِلاَّعَلَی اللّٰہِ رِزْقُھا جس کو اللہ رزق دینا چاہے گا کوئی مائی کا لال اس سے ایک دانہ بھی چھین نہیں سکتا۔ اور جس کو اللہ رزق سے محروم کرنا چاہے گا تو کوئی ایک دانہ عطا نہیں کر سکتا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم تمام مسلمان مرد و عورتوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا کرے اور علوم دینیہ سے دلچسپی عنایت کرے۔ آمین!

و آخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

عورت اور پردہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُوَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَبْلَغُ مَنْ وَّعَظَ وَاَصْدَقُ مَنْ وَعَدَ اَمَّا بَعْدُ

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی میں سوزِ دروں

معزز سامعین اور حاضرین جلسہ! اپنی کم علمی کے اعتراف کے ساتھ "عورت اور پردہ" کے عنوان سے اپنی گفتگو کا آغاز کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ میری باتوں کو بغور سنا جائے گا یہ ایک ایسا موضوع اور عنوان ہے جس کو اس نازک اور پر فتن دور میں غیر معمولی حیثیت و اہمیت حاصل ہے۔ اسی لئے میں نے اس عنوان کا انتخاب کیا ہے۔

برادران ملت اسلامیہ! عورت مخلوقات خداوندی میں سے اس مخلوق کا نام ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے جذب و انجذاب اور صنفی کشش کے غیر محدود اسباب فراہم کئے ہیں، یہ انعامات خداوندی میں سے اس عظیم نعمت کا نام ہے جس کے قلب کے اندر صنفی محبت اور عشق کا ایک زبردست داعیہ موجود ہے۔ اس کے جسم کی ساخت، اس کے تناسب اور اس کے رنگ وروپ میں عجیب ولآویزی اور نکھار موجود ہے۔ اس کی آواز، رفتار و گفتار کے اندر کشش ہے انداز وادا میں کھینچ لینے کی

عجیب قوت موجود ہے۔ ہوا کی سرسراہٹ، پانی کی روانی، سبزہ کا رنگ، پھولوں کی خوشبو، پرندوں کے چہچہے، آسمان کی گھٹائیں، شب ماہ کی لطافتیں غرض کہ جمال فطرت کا کوئی مظہر اور حسن کائنات کا کوئی جلوہ ایسا نہیں ہے۔ جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس صنف نازک کے اندر موجود نہ ہو۔

لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہے جو عورت، عورت رہتی ہے۔ اسلامی تہذیب سے آراستہ ہوتی ہے۔ قرآنی تعلیمات اس کی زندگی میں ہوتی ہیں۔ جناب نبی کریم ﷺ کے فرمودات پر اپنے آپ کو نچھاور کرنے والی ہوتی ہے۔ خدیجہؓ جیسی قربانی اس کے جذبے میں ہوتی ہے۔ عائشہؓ کی مثال ہوتی ہے حفصہؓ کا کردار ہوتی ہے زینبؓ کی نظیر ہوتی ہے۔ ام سلمہ کی سخاوت اس کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ فاطمہؓ کی حیاء اس کے چہرے سے ٹپکتی ہے، مغربی تہذیب و تمدن کا خاتمہ کرنے والی ہوتی ہے۔

لیکن یہی عورت جب مغربی تہذیب و تمدن سے متاثر ہو کر اسلامی قوانین کو بھول جاتی ہے۔ مغربی تہذیب و تمدن کی دلدادہ ہو جاتی ہے۔ بے پردگی اختیار کرلیتی ہے۔ رقص و سرود کی مجلس کی رونق بن جاتی ہے۔ سنیما ہالوں، تھیٹروں کو آباد کرنے والی بن جاتی ہے۔ اپنے ہاتھ پاؤں اور نظروں کا غلط استعمال کرنے لگتی ہے۔ تو اس کی زندگی کا پورا سانچہ بگڑ کر رہ جاتا ہے۔ اب نہ اس کے رنگ و روپ میں نکھار اور دلآویزی ہے، نہ رفتار و گفتار کے اندر کشش ہے۔ نہ انداز و ادا کے اندر وہ صلاحیت ہے، جمال فطرت کے تمام تر مظاہر اور حسن کائنات کے سارے جلوے مفقود ہو کر رہ گئے

جب تلک چہرہ پہ نقاب تھا کشش بھی تھی
تو نے یہ کیا غضب کیا لباس تک اتار دیا

حضرات گرامی! احادیث کے اوراق شاہد ہیں تاریخ اسلام گواہ ہے۔ انسانی تمدن کی پوری تاریخ بتاتی ہے کہ عورت کا وجود دنیا میں ذلت و خواری کا وجود سمجھا جاتا تھا، شرم و گناہ کا وجود تھا، بیٹی کی پیدائش باپ کے لئے باعث عیب اور ننگ عار تھی سسرالی رشتے ذلیل سمجھے جاتے تھے اسی ذلت سے بچنے کے لئے لڑکیوں کے زندہ درگور کر دینے کا رواج تھا، جہلاء سے لے کر تعلیم یافتہ اور پیشوا حضرات تک اس کو انسان تصور نہیں کرتے تھے، ویدوں کی تعلیم کا دروازہ عورت کے لئے بند تھا، بدھ مت میں عورت سے تعلق رکھنے والے کیلئے نروان کی کوئی صورت نہیں تھی، مسیحیت اور یہودیت کی نگاہ میں عورت ہی انسانی گناہ کی بانی اور ذمہ دار تھی، یونان میں عورت کے لئے نہ تو علم تھا نہ تہذیب و ثقافت تھی، ان چیزوں کو حاصل کرنے والی عورتیں طوائف کہلاتی تھیں، روم، ایران، چین اور مصر وغیرہ کا بھی حال قریب قریب یہی تھا، صدیوں کی مظلومی و محکومی نے عورت سے خود اس کی عزت نفس کا احساس مٹا دیا تھا۔

ایسے ماحول اور معاشرے میں جس نے ایک عظیم انقلاب پیدا کیا وہ اسلام ہے۔ پستی کی دلدل میں پھنسی ہوئی اس انسانیت کو بلند و بالا مقام جس نے عطا کیا وہ اسلام ہے۔ کہیں لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ کہہ کر جس نے اس کے درجات کو بلند کیا وہ اسلام ہے کہیں اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ کہیں خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ کہہ کر جس نے اس کے مقام کو بلند کیا وہ اسلام ہے کہیں حُبِّبَ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ و لطیب کہہ کر جس نے اس کو ایک محبوب ترین شی بتلایا وہ اسلام ہے۔ کہیں خلق لكم من انفسكم ازواجاً لتسكنوا اليها کہہ کر جس نے

عورت کو مایہ رحمت اور سرمایہ تسکین بتلایا وہ اسلام ہے کہیں مَنِ ابْتَلٰی مِنَ الْبَنَاتِ بِشَیْئٍ فَأَحْسَنَ اِلَیْھَا ھُنَّ لَہٗ سِتْراً مِنَ النَّارِ کہہ کر جس نے بتایا کہ بیٹی موجب ننگ و عار نہیں بلکہ نجات کا ذریعہ ہے وہ اسلام ہے کہیں مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَنَا وَھُوَ وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ کے ذریعہ زندہ درگور کرنے کی رسم جس نے ختم کی وہ اسلام ہے کہیں عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کہہ کر جس نے عورت کو حسنِ معاشرت کے لائق بتایا وہ اسلام ہے کہیں اِتَّقُوْا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ کہہ کر جس نے عورت کے حقوق کی حفاظت کروائی وہ اسلام ہے کہیں اَلاَ وَحَقُّھُنَّ عَلَیْکُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَیْھِنَّ فِی کِسْوَتِھِنَّ وَطَعَامِھِنَّ کہہ کر عورت کو جس نے کھانے پینے، کپڑے لتے کی الجھنوں سے پاک کیا وہ اسلام ہے۔ کہیں لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ مِمَّا اکْتَسَبْنَ کہہ کر جس نے یہ بتایا کہ ایمان و عمل کے ساتھ روحانی ترقی کے جو درجات مرد کو حاصل ہیں وہ عورت کو بھی حاصل ہے۔ اگر مرد ابراہیم بن ادھمؒ بن سکتا ہے تو عورت رابعہ بصریؒ بن سکتی ہے۔ یہ جس نے بتایا وہ اسلام ہی ہے۔

مگر افسوس صد افسوس کچھ صدیاں گذر جانے کے بعد مغربی تہذیب و تمدن نے ہماری ماؤں اور بہنوں کو پھر جاہلیت کی دلدل میں پھینک دیا ہے۔ فرانسیسی شاعر الفرے مسے کی ناولوں کو پڑھئے، پول اداں، ہنری بتاتی اور پیرلوی کے ادبی مضامین کا جائزہ لیجئے۔ پیر دولف کے ڈراموں کا مطالعہ کیجئے۔ فرانس کا مالتھوسی لیڈر پول روبین کے کلام کا تجزیہ کیجئے انگلستان کا فلسفی مل کی کتاب دیکھئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح اس نے ہماری ماؤں اور بہنوں کے اخلاقی نظریات اور تمدنی و مذہبی

ضابطوں کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں۔

کل تک جو ہماری مائیں اور بہنیں قرآن و احادیث کے مذاکرے میں اپنا ٹائم پاس کرتی تھیں آج ہوٹلوں اور قہوہ خانوں میں اپنا وقت ضائع کرتی نظر آرہی ہیں۔ کل تک جو مدارس و مساجد کو آباد کرنے کا ذریعہ تھیں آج سینما ہالوں اور تھیٹروں کو آباد کرتی نظر آرہی ہیں۔ کل تک جو جاہلی تہذیب کو ملامت کرتی تھیں آج مغربی تہذیب سے متاثر نظر آرہی ہیں۔ کل تک جن کے سروں اور چہروں پر نقاب اور برقعے ہوا کرتا تھا آج جالی دار ساڑیاں اور نیم عریاں بلاؤزوں میں نظر آرہی ہیں کل تک جن کے جسموں کی ساخت تک معلوم نہیں ہوتی تھی آج ناز و انداز اور اسٹائلوں میں چلتی نظر آرہی ہیں۔ کل تک جن کی آواز حتی کہ چوڑیوں کی کھنکھناہٹ تک معلوم نہیں ہوتی تھی۔ آج اسٹیجوں اور محفلوں میں رقص و سرود کے نغمے گاتی نظر آرہی ہیں۔ غرض کہ آج ہماری ماؤں اور بہنوں کی حالتیں قابل افسوس اور لائق ملامت ہو گئی ہیں۔

حسن تو وہ ہے کہ بن دیکھے ہوں جس کے سب اسیر
دیکھ کر جلوہ ترا کوئی زیر دام آیا تو کیا

میری ماں اور بہنیں! تم نے اپنی گت ایسی کیوں بنالی ہے۔ تمہارے حالات اس قدر افسوس ناک کیوں ہو گئے ہیں کیا تم کو مذہب اسلام پسند نہیں، کیا تم کو قرآنی تعلیمات پسند نہیں، کیا تم کو جناب محمد ﷺ کے فرمودات محبوب نہیں۔

اگر ہے تو پھر سنو! اسلام تم کو حکم دیتا ہے لِکُلِّ شَیْءٍ خُلُقٌ وَ خُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ تم حیا کیوں نہیں اختیار کرتیں، اسلام تم کو حکم دیتا ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ تم اپنی نظروں کی حفاظت کیوں نہیں کرتیں اسلام حکم دیتا ہے لَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ تم اپنے حسن کی نمائش کیوں کرتی ہو۔ اسلام حکم دیتا ہے اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعُ الَّذِي فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً تمہاری آواز میں حلاوت، لہجے میں لگاوٹ اور زبانوں میں گھلاوٹ کیوں ہے، دبی زبان سے باتیں کیوں نہیں کرتی ہو، اسلام حکم دیتا ہے وَلاَ يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ زبان کے علاوہ دوسرے اعضاء سے بھی سامعہ کو متاثر کیوں کرتی ہو، اسلام حکم دیتا ہے اَلْمَرْاَةُ اِذَااسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا يَعْنِي الزَّانِيَةَ تیز خوشبو لگا کر لوگوں کے سامنے سے گذر کر اپنی آوار گی کا ثبوت کیوں پیش کرتی ہو، اسلام حکم دیتا ہے اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ اَهْلَه‘ فَلْيَسْتَتِرْ وَلاَ يَتَجَرَّدْ بَتَجَرُّدِ الْعَرِيْنِ اپنی ازدواجی زندگی کو بھی مغربی تہذیب سے پاک کیوں نہیں کرتی ہو۔ اسلام حکم دیتا ہے لَعَنَ اللّٰهُ الْكَا سِيَاتِ الْعَارِيَاتِ تم جالی دار ساڑیاں اور نیم عریاں بلاؤزوں کا استعمال کیوں کرتی ہو، نقاب کیوں نہیں لگاتیں، اسلام حکم دیتا ہے يَااَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلاَ بِيْبِهِنَّ ذَالِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلاَ يُوْذَيْنَ تمہارے سر اور سینے دوپٹے سے خالی کیوں رہتے ہیں۔

میری ماں اور بہن! جب "تو" توحید پر رہے گی جب دین پر رہے گی جب پردے میں رہے گی جب پاک دامن رہے گی تو صرف تیرے ہی مقدر کا ستارہ افق پر نہیں چمکے گا بلکہ تیری گود سے بھی ایسے ایسے لعل پیدا ہوں گے کہ زمین تو زمین آسمان کو بھی فخر حاصل ہو گا، تیری گود سے جو

بھی لعل پیدا ہوگا وہ پوری دنیا میں توحید کا ڈنکا بجائے گا سخاوت کی دھوم مچائے گا شجاعت و بہادری کا سکہ جمائے گا تیروں کی بوچھاروں اور تلواروں کی چھاؤں میں بھی نماز قضا نہیں کرے گا۔ یہی نہیں بلکہ عالم، مولوی، حافظ، قاری، مفتی امام اور محدث پیدا ہوگا۔

لیکن میری ماں اور بہن! اگر تو توحید کو چھوڑ دے گی۔ بے حیائی اور عریانیت اختیار کرلے گی، سنیما اور تھیٹر دیکھنے لگے گی۔ تو صرف تو ہی نہیں بلکہ تیری گود میں کھلتا ہوا پھول بھی مرجھا جائے گا شراب پئے گا افیم گانجے کا استعمال کرے گا تاش اور جوا کھیلے گا، چوری ڈکیتی کرے گا کریمنل اور اپرادھی بن جائے گا قہوہ خانوں میں اپنا ٹائم پاس کرے گا بدعات و رسومات کو رواج دے گا نماز سے بھاگے گا اسلام کو بدنام کرے گا تجھ کو بے پردگی کا حکم دے گا اور تیرے ہی ساتھ بیٹھ کر فلم دیکھے گا اور تمھاری عزت کو خاک میں ملائے گا۔

میری ماؤں اور بہنو! ہوش میں آؤ، سنبھل جاؤ، اب بھی وقت ہے صبح کا بھولا ہوا اگر شام کو واپس آجائے تو اس کو بھولا نہیں کہتے، بے پردگی چھوڑ دو، عریانیت اختیار مت کرو، مغربی تہذیب کو لات مار دو، اسلام کی شیتل چھایہ میں آجاؤ تمھاری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائے گی۔

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

جہیز ایک ناسور ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلام عَلٰی الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

دنیا میں یہ رواج ہے اچھا جہیز کا — ہر شہر ہر گلی میں ہے چرچا جہیز کا
اک لاکھ کا ٹکٹ ہے یہ بچہ جہیز کا — لڑکے کا جنم ہوتے ہی کہتا ہے فخر سے
جب سے سنا ہے شہر میں چرچا جہیز کا — لڑکی کے والدین کی نیندیں حرام ہیں

برادران اسلام اور میرے نوجوان دوستو! ایک وہ دور تھا جب لڑکیوں کی پیدائش کو موجب ننگ و عار سمجھا جاتا تھا۔ ان کے وجود کو ذلت و خواری کا وجود تصور کیا جاتا تھا۔ اسی سبب سے لڑکیوں کے پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کر دیا جاتا تھا لڑکیاں انسان نہیں حیوان تصور کی جاتی تھیں۔ سسرالی رشتے ذلیل سمجھے جاتے تھے۔ لڑکیوں کے لئے معاشرے میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ لیکن ایک وہ دور بھی آیا کہ عورتیں اور لڑکیاں اپنے وجود پر فخر کرنے لگیں۔ اپنے آپ کو بلند سے بلند مقام پر تصور کرنے لگیں اپنے کو ایک محبوب ترین شئی ہی نہیں بلکہ مردوں کے لئے ایک ضرورت و حاجت تصور کرنے لگیں۔ اپنے کو مردوں کے لئے سرمایۂ زحمت نہیں بلکہ مایۂ رحمت گردانئے لگیں۔ اپنے کو قتل اور زندہ در گور کرنے کے قابل نہیں بلکہ حسن معاشرت کے لائق سمجھنے لگیں۔ یہ وہی دور ہے جس کو اسلام کا دور کہا جاتا ہے اور جناب محمد رسول

اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا دور کہا جاتا ہے۔

میرے اسلامی بھائیو! لیکن بڑے ہی افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ آج دوبارہ جاہلیت کی تاریخ دہرائی جارہی ہے۔ جاہلیت میں بچیوں کے پیدا ہوتے ہی باپ کے چہرے خشک ہو جایا کرتے تھے اسی طریقے سے آج بھی اگر کسی کے گھر بچیاں پیدا ہو جاتی ہیں پیاری سی لاڈلی بیٹی جنم لیتی ہے تو باپ کے چہرے زرد ہو جاتے ہیں سوچ و فکر کی ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ اب کیا ہو گا اس کے جہیز و تلک کا انتظام کیسے کر سکیں گے۔ اور خود وہ لڑکیاں جب پیدا ہوتی ہیں معاشرے میں آنکھیں کھولتی ہیں حالات کا جائزہ لیتی ہیں ماحول کے رنگ و روپ کو دیکھتی ہیں تو سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہیں کہ اگر میں اتنی ہی ذلیل و خوار تھی تو رب کائنات نے مجھے کیوں پیدا کیا۔ اگر اتنی ہی حقیر و رذیل تھی تو مالک ارض و سماء نے مجھے وجود کیوں بخشا، اگر میں باعث ننگ و عار تھی تو خدائے وحدہ لاشریک نے مجھے دنیا میں کیوں بھیجا۔ اگر میں والدین کے لئے بوجھ تھی تو میرا جنم کیوں ہوا، اگر میں جلا دینے اور زندہ آتش کے دینے کے قابل تھی تو مجھے زندگی کیوں بخشی گئی بیچاری سوچتی رہ جاتی کہ اے کاش میں مٹی ہوتی اے کاش میں ہوا ہوتی اے کاش میں پانی ہوتی اے کاش میں ریزہ اور ذرہ ہوتی کہ یہ سوا کن حالات مجھ کو اور ہمارے والدین کو نہیں دیکھنے پڑتے۔

حضرات! میں کوئی خطیبانہ تعلی اور طلاقت لسانی پر مبنی کلام نہیں کر رہا ہوں۔ آپ حالات کا جائزہ لیجئے ریڈیو، اخبارات، جرائد و رسائل اور مجلات کا مطالعہ کیجئے۔ تو ہماری معصوم بہنوں کے خون کے چھینٹے سہہ سرخیوں میں

نظر آئیں گے۔ان کی چتا کی خوفناک تصاویر دکھائی دیں گی۔ان کی چیخ وپکار سنائی دے گی آہ وبکا اور سسکیوں کی صدائیں سنائی دیں گی، جھیل جیسی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات مانند جھرنے کے بہتے اور گرتے نظر آئیں گے۔

میرے دوستو! ایسا کیوں ہو رہا ہے ہماری بہنیں اور بیٹیاں شادی ہوتے ہی بے گھر کیوں کر دی جاتی ہیں، ان کو گالی گلوچ سے کیوں نوازا جاتا ہے۔ ان کو سخت وسست کیوں کہا جاتا ہے۔ ان کو مارا پیٹا کیوں جاتا ہے، ان کے سینے پر چڑھ کر گلے پر چھری کیوں چلائی جاتی ہے۔ ان کو نذر آتش کیوں کر دیا جاتا ہے۔ وجہ اس کی صرف یہی ہے کہ اس کو قدرت نے جس گود کا سہارا عطا کیا تھا جس باپ کی شفقت سے نوازا تھا اس باپ نے اس کے جوان ہوتے ہی شادی تو کر دی لیکن ساتھ میں جہیز کا سامان نہیں دیا ٹی وی، وی سی آر اور ٹرانجسٹر نہیں دیے، موٹر سائیکل، فرنیچر اور دوسری اشیاء نہیں دی۔

مسلمانوں تم نے کون سا نیو ماڈل مذہب اختیار کر لیا ہے۔ کون سا گولڈن دین اختیار کر لیا ہے کہ شادی جو کہ عبادت اور باعث جنت تھی اس کو باعث جہنم بنالیا۔ بیوی جو کہ باعث رحمت تھی اس کو باعث زحمت بنالیا مالک ارض وسماء کے فرمان کو بھول گئے نبی اُمیؐ کے فرمودات کو ترک کر دیا۔ دین اسلام سے روٹھ گئے دین متین کا مطالبہ تم سے کچھ اور ہے اور تم کچھ اور کر رہے ہو حالانکہ قرآن میں واضح لفظوں میں موجود ہے کہ دین اسلام کو چھوڑ کر چاہے کیسا ہی طریقہ کیوں نہ اختیار کیا جائے اللہ کے یہاں وہ مقبول نہیں (آل عمران)

میرے سامعین! جہیز و تلک کی شریعت غرہ کے اندر کوئی گنجائش نہیں ہے آپ پہلی صدی کی مکمل تاریخ الٹ جایئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دو نہیں بلکہ گیارہ شادیاں کی ہیں لیکن کہیں بھی جہیز کا نام و نشان موجود نہیں بلکہ حضور ﷺ نے اپنی لاڈلی زینب کی شادی کی جہیز نہیں دیا ام کلثوم کی شادی کی جہیز نہیں دیا رقیہ کی شادی کی جہیز نہیں دیا اور مجھے یہ بھی کہنے دیجئے کہ فاطمہؓ کی بھی شادی کی تو جہیز نہیں دیا ذرا آگے نکل کر دیکھئے ابو بکر صدیقؓ نے شادی کی جہیز نہیں لیا عمر فاروقؓ نے شادی کی جہیز نہیں لیا، عثمان ذی النورینؓ نے شادی کی جہیز نہیں لیا حیدر کرارؓ نے شادی کی جہیز نہیں لیا غرض کہ سارے کے سارے اصحاب رسول کی شادیاں جہیز و تلک سے خالی ہیں۔ مسلمانو! جب مدنی کریم ﷺ سے لے کر تمام اصحاب رسولؐ کی زندگیاں جہیز سے خالی ہیں تو پھر تم کیسے مسلمان ہو تمہارا دعویٰ اسلام کیسا ہے کہ تم نے اس کو اپنی زندگی کا جز بنا لیا ہے اسکو اپنے لئے لائق فخر تصور کرتے ہو داد و ہش کا سبب تصور کرتے ہو، ہزاروں بلکہ لاکھوں روپئے بے جا صرف کر ڈالتے ہو اور غضب بالاء غضب یہ کہ جہیز نہ لانے کی وجہ سے ان معصوم بچیوں کو بے دریغ ذبح کر ڈالتے ہو۔

میرے دوستو! ہمارے کردار بتلا رہے ہیں کہ ہم شادی مدنی کریم ﷺ کی سنت سمجھ کر نہیں کرتے دینی فریضہ سمجھ کر نہیں کرتے، عبادت سمجھ کر نہیں کرتے، شرمگاہ کی عصمت اور نظر کی حفاظت کا سبب سمجھ کر نہیں کرتے بلکہ مال و دولت کے حصول کے لئے کرتے ہیں نام و نمود کیلئے کرتے ہیں سنو! ایسے ہی حریص اور دنیا پرست کے سلسلے میں

جناب محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے کسی عورت سے اس کی عزت و عظمت کے لئے نکاح کیا تو اللہ اس کی ذلت میں اضافہ کرے گا جس نے کسی عورت کے مال کے لئے نکاح کیا تو رب ذوالجلال اس کے فقر میں اضافہ کرے گا جس نے کسی عورت کے حسن کے لئے نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی دنائت میں اضافہ کرے گا لیکن جس نے کسی عورت سے نگاہ کی حفاظت اور شرمگاہ کی عصمت کیلئے نکاح کیا تو اللہ ایسی عورت کو شوہر کیلئے بابرکت بنائے گا اور شوہر کو عورت کے لئے بابرکت بنائے گا (کنزالاعمال)

میرے نوجوان دوستو! سنو! آج تمھاری ہی بددینی اور بے غیرتی کی وجہ سے مسلمان بچیاں خون کے آنسو رو رہی ہیں۔ تمہاری ہی بے توجہی کی وجہ سے دختران اسلام ساس نند کے طعنے سننے پر مجبور ہیں تمھاری ہی دنیا پرستی کی وجہ سے ان کو مار اپیٹا اور قتل کیا جارہا ہے۔ تمھارے ہی حرص و طمع کی وجہ سے ان کو نذر آتش کیا جارہا ہے تمھارے ہی کردار کی وجہ سے ان کو صندوق میں بند کر کے ڈبویا جارہا ہے اور ان کو چتا پر چڑھایا جارہا ہے ان سب کے ذمہ دار صرف اور صرف تم ہو۔

اگر کوئی تم کو نصیحت کرتا ہے۔ اللہ جل جلالہ کا فرمان یاد لاتا ہے جناب محمد رسول ﷺ کے فرمودات سناتا ہے بے جا اسراف سے بچنے اور سیدھی سادھی شادی کی تلقین کرتا ہے اور جہیز جیسے ناسور سے الگ تھلگ رہنے کی نصیحت کرتا ہے تو تم اسے پھٹکار دیتے ہو، اور بہانا یہ بناتے ہو کہ جہیز لینا یہ تو سنت نبوی ہے خود مدنی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہؓ کو جہیز دیا تھا، میرے نوجوان بھائیو! سنو! خدا کی قسم جس طریقے سے

جناب محمد ﷺ نے اپنی لخت جگر زینبؓ، رقیہؓ اور ام کلثومؓ کا نکاح بغیر جہیز کے کیا اسی طریقے سے سیدہ عالم فاطمہ الزہراءؑ کے نکاح کے موقع پر بھی جہیز نام کی کوئی شئ موجود نہیں تھی۔ ہاں کچھ گھریلو سامان اپنی لخت جگر کے ساتھ ضرور لگایا تھا مگر اس کی ایک مخصوص وجہ تھی وہ یہ کہ حضرت علیؓ بچپن ہی میں آپ ﷺ کے گھر لے آئے گئے تھے پرورش وپرداخت آپ ہی نے فرمائی جوان ہونے پر حیدر کرارؓ کے پاس نہ اپنا کوئی مکان تھا نہ کوئی اثاثہ۔ شادی کے موقع سے ایک صحابی نے رہائش کے لئے اپنا مکان دے دیا تھا۔

میرے نوجوان دوستو! غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک غریب بے سروسامان لڑکے کے ساتھ نبی اپنی بیٹی کو رخصت کرارہا ہے تو یہ کیسے روا تھا کہ خالی خالی رخصت کردیتے اسلئے آپ ﷺ نے ضروری گھریلو سامان ساتھ لگادیا تھا۔ وہ بھی کوئی قیمتی اور باحیثیت نہیں بلکہ بالکل معمولی سامان تھے بقول علامہ شبلیؒ شہنشاہ کونینؐ نے سیدہ عالمؑ کو جو جہیز دیا وہ بان کی چارپائی چمڑے کا گدا جس میں روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے ایک چھاگل ایک مشک دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے (سیرۃ النبی جلد اول ۳۶۷)

میرے نوجوانو! بتاؤ تم جہیز فاطمی کو دلیل میں پیش کرتے ہو تم ہی انصاف کرکے بتاؤ کہیں موٹر سائیکل کا تذکرہ ہے کہیں ٹی وی اور وی سی آر کا تذکرہ ہے کہیں صوفہ سیٹ اور فریج کا تذکرہ ہے کہیں فرنیچر اور گودریج کا تذکرہ ہے کہیں کوئی قیمتی اثاثہ کا تذکرہ ہے. نہیں ہرگز نہیں تم بہانے مت ڈھونڈو۔ دنیا پرستی چھوڑ دو مال ودولت کے حرص میں مت پڑو۔ جہیز پہ لات مار دو اور اس کی خاطر اللہ کی بندیوں کو مت ستاؤ۔ ان کی زندگیوں کو

شمشان میں مت بدلو۔ تم ہی سوچو آج تم جہیز نہ لانے پر اپنی بیوی کو مارتے پیٹتے اور گالیوں سے نوازتے ہو حتی کہ اسکے گلے پر چھری چلا دیتے اور نذر آتش کر دیتے ہو غور کرو اگر تمہارے سامنے تمہاری بہنوں کی بے عزتی کی جائے، تمہاری بیٹیوں کو مارا پیٹا جائے، تمہاری بھتیجیوں کے گلے پر چھری چلادی جائے تو تمھیں کیسا لگے گا آخر وہ بھی تو کسی کی بہن ہے۔ وہ بھی تو کسی کی بیٹی ہے وہ بھی کسی کی بھتیجی ہے وہ بھی تو کسی کی بھانجی اور پوتی ہے۔

کسی کی بے بسی کو مسکرا کر دیکھنے والو!

تمھیں لے آئے اس منزل پہ مستقبل تو کیا ہوگا

میرے اسلامی بھائیو! کیا تم حالات کا جائزہ نہیں لیتے کیا معاشرے کے رنگ وروپ پر نظر نہیں کرتے کہ صرف تمھارے جہیز لینے ہی کی وجہ سے معاشرے کے رجحانات کس قدر تبدیل ہو چکے ہیں، اخلاقی حیثیت سے کس قدر بگاڑ پیدا ہو چکا ہے، دینی حیثیت سے کس قدر بعد ہو چکا ہے، دین وملت کے بجائے مال ودولت کی اہمیت کس قدر بڑھ چکی ہے، حوا کی بیٹیاں کس قدر ذلیل وخوار سمجھی جانے لگی ہیں، تمہارے جہیز لینے ہی کی وجہ سے مسلم معاشرے میں لڑکیوں کو کمتر اور حقیر سمجھا جارہا ہے، تمہارے جہیز لینے ہی کی وجہ سے گویا مشیت الٰہی کو چیلنج کیا جارہا ہے، تمہارے جہیز لینے ہی کی وجہ سے ظلم واستبداد کے دروازے کھل رہے ہیں، تمہارے جہیز لینے ہی کی وجہ سے نکاح ایک مہنگا سودا بن چکا ہے، تمہارے جہیز لینے ہی کی وجہ سے لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل کے احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہے، تمہارے جہیز لینے ہی کی وجہ سے معاشرے کا

نوجوان ذہنی کشمکش اور عدم اعتماد کی کیفیت میں مبتلا ہو چکا ہے، تمہارے جہیز لینے ہی کی وجہ سے معاشرے میں ایک عام نا آسودگی کا ماحول پیدا ہو چکا ہے، تمہارے جہیز لینے ہی کی وجہ سے غریب گھرانے کی لڑکیاں بن بیاہی رہ جاتی ہیں اور نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو جاتی ہیں، تمہارے جہیز لینے ہی کی وجہ سے لڑکیاں احساس کمتری میں مبتلا ہو چکی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اور کھل کر ہمیں کہنے دیجئے ارے تمہاری ہی کی وجہ سے لڑکیاں رسوا اور ذلیل کی جارہی ہیں، تمہاری ہی وجہ سے ان کی عصمتیں داغدار ہو رہی ہیں، تمہاری ہی وجہ سے ان کے بے پتا پڑ[illegible] جاتی ہے، تمہاری ہی وجہ سے ان کو مارا پیٹا اور ذبح کر دیا جاتا ہے اور تمہاری ہی وجہ سے ان کو نذر آتش کر دیا جاتا ہے۔

برادران ملت اسلامیہ اور میرے اسلامی نوجوان بھائیو! ان ساری چیزوں کے بلاشبہ تم ذمہ دار ہو، ساری چیزوں کے متعلق قیامت میں تم ہی سے سوال کیا جائے گا۔ اس لئے آج فیصلہ کرو، تہیہ کرلو کہ نہ جہیز لیں گے اور جو جہیز لے گا اس کے خلاف جہاد کریں گے، دین زندہ کریں گے قرآن کے فرمودات گلی گلی تک پہونچائیں گے بنی کریم ﷺ کے فرمودات کا نمونہ بن کر دکھلائیں گے اور معاشرے میں وہ تبدیلی پیدا کریں گے کہ دنیا حیرت سے دیکھتی اور سوچتی رہ جائے گی اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یہ رات بہت تاریک سہی یہ رات بھیانک رات سہی
اس رات کے سینے سے پیدا اک صبح درخشاں کرنا ہے

وما علینا الا البلاغ

بخشش کی رات

ہے شب برات

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الکریم فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حٰمٓ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ فِیْھَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْمُ

حضرات سامعین کرام و معزز دوستو! شعبان کا مہینہ نہایت ہی خیر و برکت والا مہینہ ہے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں بندوں کی جانب متوجہ ہوتی ہیں۔ انعامات و اکرامات کا مضبوط سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہر سو نیکیاں پھیلا دی جاتی ہیں۔ برائیوں کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبان کو شعبان اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس مہینے میں نیکیاں پھیلادی جاتی ہیں۔

قرآن و حدیث کے اندر اس مہینے اور خصوصاً اس مہینے کی پندرہویں شب کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے

ارشاد فرمایا شَعبَانُ شَهرِی وَرَمَضَانُ شَهرُ اللہِ کہ شعبان میرا اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے میرے دوستو! اللہ کے رسول گلشن نبوت کے مہکتے ہوئے پھول محمد عربی ﷺ نے اس مہینے کی نسبت اپنی جانب کی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نسبت ہی باعث کمال ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ نسبت کی وجہ سے جب ایک معمولی گھر بیت اللہ اپنی عظمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجا سکتا ہے، نسبت ہی کی وجہ سے جب ایک معمولی غلام زیدؓ رضی اللہ عنہ کا لقب پا سکتا ہے، نسبت ہی کی وجہ سے جب ایک معمولی غلام ایاز تاریخ کا زریں باب بن سکتا ہے، تو جس مہینے کی نسبت احمد مرسلؐ، فخر رسلؐ، ہادی کلؐ، دانائے سبل ﷺ کی جانب کی گئی ہو، اس نبیؐ کی جانب کی گئی ہو جو صرف نبیؐ ہی نہیں بلکہ نبیوں کا سردار ہے، آمنہ کی آنکھوں کا نور اور دل کا قرار ہے، جو صاحب صدق وصفا ہے، جو صاحب جود وسخا ہے، جو امینوں کا امین ہے، جو شفیع المذنبین ہے، جس کی ایک نگاہ نے چاند کے دو ٹکڑے کئے، جس کی ایک نظر نے باطل کے دانت کھٹے کئے، جس کے اخلاق وعادات قرآن ہیں، جس کے طور وطریق لائق فخر وبیان ہیں۔ جو منبع اسرار وحکم ہے، جو لولاک لما خلقت الافلاک کی تفسیر ہے۔ تو ایسے صاحب اوصاف وکمالات کی جانب جس مہینے کی نسبت کی گئی ہو۔ سبحان اللہ! اس مہینے کی عظمت وبرتری کا کیا پوچھنا یقیناً اس کا مرتبہ بھی اتنا ہی بلند وبالا ہوگا۔

اسی مہینے کی پندرہویں شب جس کو شب برات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کی بھی قرآن وحدیث کے اندر بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس رات کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مالکِ کُن فیکون نے اپنی ازلی وابدی کتاب قرآن کریم کے اندر ارشاد فرمایا حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ کہ ہم نے قرآن عظیم کو ایک مبارک رات کے اندر نازل کیا۔

حضرات! لیلہ مبارکہ کی مراد جب ہم نے علماء و مفسرین سے معلوم کی تو مفسرین کی ایک جماعت کہنے لگی کہ اس سے مراد شب قدر ہے۔ اور دوسری جماعت جس میں حضرت عکرمہؓ بھی ہیں کہنے لگے کہ اس سے مراد شب برات ہے۔ اختلاف اقوال و آراء نے ہمارے لئے مسئلہ کو پیچیدہ بنادیا مگر قربان جایئے حضرت امام اعظمؒ کی جلالت شان اور عالی مرتبت پر۔ امام ابو حنیفہؒ کے علم کی گہرائی وگیرائی پر کہ جنھوں نے ہمارے لئے اس گتھی کو سلجھادیا اور مسئلہ کا سمجھنا آسان کر دیا۔ فرمایا کہ دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس لئے کہ شب قدر کے سلسلے میں کوئی حتمی فیصلہ موجود نہیں کہ کون سی رات ہے۔ روایات مختلف ہیں۔ اس میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ سالوں بھر یہ شب گھومتی رہتی ہے۔ تو ممکن ہے جس رات میں قرآن کا نزول ہو رہا ہو وہ رات شب قدر بھی ہو اور شب برات بھی۔

حاضرین کرام! اگر بات یہ ہے کہ قرآن شب برات میں نازل ہوا تو ظاہر ہے وہ قرآن جو ابدی و سرمدی کتاب ہے۔ جو لا فانی و لا ثانی صحیفہ ہے۔ جو خزینہ رحمت و برکت ہے جو ذخیرہ حکمت و موعظت ہے جو منبع اسرار و حکم ہے جس نے اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کے ذریعہ پوری کائنات سے اپنی عظمت منوائی۔ بڑے بڑے فصحاء و بلغاء کو چیلنج کیا۔ بڑے بڑے ادباء و شعراء کے دانت کھٹے کئے۔ جو سراپا رشد و ہدایت ہے۔ جس میں کمال فصاحت و بلاغت ہے۔ جس کی ایک آواز نے حضرت عمرؓ جیسے قوی جانباز کو مسحور کر دیا۔ جس کی سحر انگیز تلاوت نے حضرت عثمانؓ کے دل پر قبضہ کر دیا جس کی دلفریب صوت و آہنگ نے نہ جانے کتنے قلوب کو پلٹ کر رکھ دیا ایسی باعظمت کتاب ایسے بلند و بالا قرآن کا نزول جس رات کے اندر ہو رہا ہو اس رات کی عظمت و برتری کا کیا پوچھنا؟ یقیناً وہ رات خوش بخت رات ہوگی، سعادت والی رات ہوگی، خیر و برکت والی رات ہوگی انعام و اکرام والی رات ہوگی، رحمت و مغفرت والی رات ہوگی۔

حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ شعبان کی جب پندرہویں شب آتی ہے تو باری تعالیٰ سماء دنیا پر تشریف لاتا ہے اور آواز لگاتا ہے کہاں ہے میرا خطاکار بندہ؟ کہاں ہے میرا گنہ گار بندہ؟ کہاں ہے میرا مفلس نادار بندہ؟

کہاں ہے قرض میں ڈوبا ہوا میرا پریشان بندہ؟ آؤ سب کے سب آ جاؤ۔ آج میری رحمت جوش میں ہے، آج جو مانگو گے سب کچھ دے دیا جائے گا۔ گنہ لے کر آؤ گے معاف کر دیا جائے گا۔ بخشش لینے آؤ گے دے دی جائے گی، رزق لینے آؤ گے دے دیا جائے گا۔ اولاد لینے آؤ گے دے دی جائے گی۔ قرض کی خلاصی چاہو گے انتظام کر دیا جائے گا۔ جنت لینے آؤ گے دے دی جائے گی غرضیکہ آج جو کچھ بھی مانگو گے دے دیا جائے گا۔ کسی چیز سے محروم نہیں رکھا جائے گا۔ پہلے آ کر تو دیکھو میرے در پر جھک کر تو دیکھو، پھر میری رحمت کا کمال دیکھنا میرے انعامات واکرامات کی بارش دیکھنا۔

حضرات گرامی! یہی وجہ ہے کہ اس رات میں حضور ﷺ سجدے میں ملیں گے ابو بکرؓ سجدے میں ملیں گے، عمر فاروقؓ سجدے میں ملیں گے، عثمانؓ سجدے میں ملیں گے علیؓ سجدے میں ملیں گے غرضیکہ سب کے سب خدا کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ رو رہے ہیں گڑگڑا رہے ہیں رحمت و مغفرت کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ انعامات واکرامات کو لوٹنے میں لگے ہیں۔ اپنے محبوب کو خوش کرنے میں لگے ہیں۔ اپنے خدا کو راضی کرنے میں لگے ہیں۔

میری دینی بھائیو! اگر ہم محمد عربی ﷺ کے پکے سچے عاشق ہیں، بو بکرؓ، و عمرؓ کے فدائی ہیں، عثمانؓ و علیؓ سے محبت رکھنے والے ہیں تو آؤ ہم سب مل کر ان کی اتباع کر لیں ان کی پیروی کر لیں۔ اس رات انہوں نے

خدا کے حضور رویا تھا ہم بھی رو لیں۔ انہوں نے توبہ و استغفار کیا تھا ہم بھی توبہ و استغفار کر لیں۔ انہوں نے خدا کے غیض و غضب سے پناہ مانگی تھی ہم بھی مانگ لیں۔ انہوں نے خدا کے انعامات و اکرامات کو لوٹا تھا ہم بھی لوٹ لیں کل تک ہم خدا کی رحمت کی تلاش میں تھے آج خدا کی رحمت ہماری تلاش میں ہے۔ ہمیں آواز دے رہی ہے کہ آؤ سب کے سب آؤ۔ بخشش کر دی جائے گی معاف کر دیا جائے گا۔ مگر افسوس صد افسوس ہم کیسے مسلمان ہیں بجائے خدا کے دروازے پر آنے کے بدعات و خرافات کے دروازے پر چلے جا رہے ہیں۔ ہم وہ کام کر رہے ہیں جس کو ہمارے نبی نے نہیں کیا۔ جس کو ہمارے صحابہ نے نہیں کیا۔ جس کو ہمارے بزرگوں نے نہیں کیا۔ جو نہ ہماری شریعت ہے اور نہ ہمارا دین ہے بلکہ جاہلی رسم و رواج اور ہندوانہ طور و طریق ہے۔

اس مہینے میں حضور اکرم ﷺ سے صرف تین امور ثابت ہیں پندرہویں شعبان کے دن روزہ رکھنا پندرہویں شب میں قیام کرنا اور قبرستان جاکر مردوں کے لئے دعا و استغفار کرنا۔ اس لئے یہ تینوں امور ہمارے لئے مسنون ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی چوتھی چیز ثابت نہیں اس لئے اگر کوئی چوتھی چیز ثواب سمجھ کر کی جائے گی تو وہ بدعت کہلائے گی۔ اس سے ہر حال میں بچنا ضروری ہو گا۔

حضرات گرامی! آیئے ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس مہینے کے اندر ہم کس حد تک شریعت پر عمل کرنے والے اور سنت کے پیرو ہوتے ہیں حضور کا معمول قبرستان جانے اور دعاو مغفرت کرنے کا تھا ہمارا حال یہ ہے کہ قبرستان جانا تو درکنار بلکہ اس کا تصور بھی ہمارے ذہن میں نہیں آتا۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ مَارَاَیتُ النَّبِیَّ ﷺ یَصُوْمُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ اِلاَّ شَعْبَانَ وَ رَمَضَانَ کہ میں نے حضور ﷺ کو شعبان اور رمضان کے علاوہ لگاتار دو مہینے روزہ رکھتے کبھی نہیں دیکھا۔ معلوم ہوا کہ شعبان میں روزہ رکھنا حضور ﷺ کا معمول تھا اور ہمارا حال یہ ہے کہ روزہ کے نام سے پیٹ میں درد اور سر میں چکر آنے لگتا ہے۔ رات کو نرم نرم گدے اور آرام دہ بستر ہم سے نہیں چھوٹتا۔ اگر کسی کو جاگنے کی توفیق ہو بھی جاتی ہے تو ایسا اجتماعی، کھان پان اور چائے نوشی کا ماحول بنا لیا جاتا ہے کہ وہ رات بجائے رحمت کے زحمت بن جاتی ہے۔ ہر جانب سے آتشبازی و پٹاخے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور اچھی خاصی رقم کو پانی کی طرح بہادی جاتی ہے۔ شہروں میں تو اس کا اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کہ خواہ امیر ہو یا غریب، مفلس و محتاج ہو یا مالدار، بوڑھا ہو یا بچہ مرد ہو یا عورت سب کے سب اسکے خریدنے کا اہتمام کرتے ہیں اگر رقم موجود نہ ہو تو قرض بھی ضرور لے آتے ہیں گویا جب تک اس رات آتشبازیاں اور پٹاخے نہیں

سلگائے جائیں گے شب برات کا حق ہی ادا نہیں ہوگا۔

کاش مسلمانوں کے یہ روپے مفلوک الحال ونادار، بیواؤں اور یتیموں پر خرچ ہوتے۔ دینی و فلاحی ادارے بنتے، اسلام مخالف تنظیموں اور تحریکوں کے اس کے ذریعہ مقابلے کئے جاتے۔ میرے دوستو! کتنے گھر ہیں جو آتش بازی کی نذر ہو چکے ہیں۔ کتنے ہنستے کھیلتے گھرانے اس کے ذریعہ ویران ہو چکے ہیں، کتنے سہاگ لٹ چکے ہیں کتنی فلک بوس عمارتیں دھنس چکی ہیں، معلوم ہوا کہ آتش بازی سے ملک کا نقصان ہے۔ ملت کا نقصان ہے، عوام کا نقصان ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دین و ملت کا نقصان ہے۔ حضرات! بعض دنیا پرستوں نے ایک نئی بدعت ایجاد کرلی ہے وہ ہے حلوہ کی بدعت، اس سے بھی ہر حال میں بچنا ضروری ہے۔

برادران ملت اسلامیہ! خدائے وحدہ لاشریک کا بے پایاں احسان ہے کہ اس نے اتنا خیر و برکت والا مہینہ عنایت کیا اس لئے ہمیں اس مہینے کی اور خصوصا اس مہینے کی پندرہویں شب کی قدر کرنی چاہیئے زیادہ سے زیادہ توبہ استغفار سنن و نوافل، ذکر و اذکار اور تلاوت کلام پاک کا اہتمام کرنا چاہئے اور تمام رسومات و بدعات سے بالکلیہ اجتناب کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَمَا عَلَيْنَا اِلاَّ الْبَلَاغ

عید الفطر اور انعاماتِ خداوندی

الحمد للہ کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْمُ

معزز سامعین اور حاضرین کرام! غموں سے دور بھاگنا اور خوشیوں کو قریب کر لینا انسانی فطرت ہے۔ اسی لئے انسان سال بھر میں کوئی نہ کوئی ایسا دن ضرور مقرر کر لیتا ہے۔ جس میں وہ اپنے سارے غموں کو بھول کر خوشی کے لمحات گذارتا ہے۔ مسرت و شادمانی کے ترانے گاتا ہے۔ لبوں پر تبسم اور چہرے خنداں و فرحاں ہوتے ہیں اچھے اور لذیذ قسم کے مطعومات تیار کرتا ہے۔ عمدہ لباس سے فضا زرق برق معلوم ہوتی ہے عطریات سے پورا ماحول معطر ہوتا ہے دوست و احباب کے مابین مبارکبادیاں پیش کی جاتی ہیں۔ بڑے بزرگ سے دعائیں لی جاتی ہیں۔ غرضیکہ فرحت و انبساط کے جتنے بھی اسباب ہو سکتے ہیں تمام کو انسان اختیار کر لیتا ہے۔ اسی قسم کے مناظر کا نام عید ہے۔

عید الفطر مسلمانوں کا تہوار ہے۔ جو مذہب اسلام نے بتقاضۂ فطرت انسانی مسلمانوں کو ودیعت کیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تمام خرافات لہو

لعب اور بے جا اسراف سے بچنے اور سادگی و شائستگی متانت و سنجیدگی کا پابند بنایا ہے۔ کیوں کہ انسان جب خوشی میں بہت زیادہ مگن و مست ہو جاتا ہے تو تعلیمات الٰہی کو بھول کر نہ جانے کن کن خرافات کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے۔ بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ وہ اپنے اس حسین لمحات کو غیر اسلامی رنگ میں رنگ لیتا ہے اور وہ سب کچھ کرتا ہے جو ایک غیر اسلامی دنیا ان مواقع پر کرتی ہے۔ فرحت و شادمانی پرب تہوار کا غیر اسلامی تصور یہ ہے کہ اس دن انسان بالکل آزاد و بے پرواہ ہوتا ہے نہ اس کی زبان پر پابندی لگائی جاسکتی ہے نہ اس کے دیگر اعضاء پر روک لگائی جاسکتی ہے چنانچہ افیم، گانجہ، چرس اور شراب ودارو کا دن بھر دور چلتا رہتا ہے۔ اگرچہ مستیٔ نشہ کی وجہ سے کسی کی بہن، بیٹی اور بہو کی عزت خطرے میں کیوں نہ پڑ جائے۔ تاش بازی و جوا بازی بالکل عام ہو جاتی ہے اور لاکھوں لاکھ کی رقم جوئے کے ذریعہ قسمت آزمائی پر صرف کردی جاتی ہے سنیما ہالوں اور تھیٹروں کے پاس دور دور تک لمبی قطاریں نظر آتی ہیں بھیڑ بھاڑ تو خدا کی پناہ! فحش و عریاں گانے بجانے ماحول کو آلودہ کئے ہوئے ہیں، اسبابِ عیش و عشرت پر بیجا اسراف کیا جاتا ہے۔ لیکن وہیں اگر کوئی مفلس و نادار پڑوس میں بھوک سے تڑپ رہا ہو تو کیا مجال کہ کوئی اس کو دو ٹکڑے روٹیوں سے نواز دے۔

حضرات گرامی! جب کہ مسلمانوں کی عید اور خوشی یہ ہے کہ اس میں سادگی و شائستگی اختیار کی جائے۔ مسلمانوں کی عید یہ ہے کہ متانت و سنجیدگی کا مظاہرہ کیا جائے، مسلمانوں کی عید یہ ہے کہ اس میں بے جا اسراف نہ کیا جائے بلکہ اعتدال و میانہ روی اختیار کی جائے۔ مسلمانوں کی

عید یہ ہے کہ تمام خرافات و واہیات اور لہو لعب سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے، مسلمانوں کی عید یہ ہے کہ انداز و ادا، رفتار و گفتار کے اندر بالکل لوچ اور کجی نہ ہو۔ بلکہ ایسی استقامت ہو کہ پوری کائنات اس سے عبرت حاصل کرے۔ مسلمانوں کی عید یہ ہے کہ مالک کائنات کے سامنے اپنی نیازمندی کا اظہار کیا جائے اور بطور شکرانہ دوگانہ ادا کیا جائے۔ اور بارگاہ ایزدی میں والہانہ شان سے دعا کی جائے کہ بار الہا تیرے الطاف و کرم کی آج زوردار بارش ہو رہی ہے۔ آج تیری بخشش کا دروازہ کھل چکا ہے۔ آج تیری دریائے کے رحمت جوش میں ہے۔ بندہ نیاز مند کو بھی اپنی رحمت کاملہ میں داخل کر لے اور اپنے الطاف و کرم سے نواز مسلمانوں کی عید یہ ہے کہ انسان صرف اپنی ہی خوشی کے اندر مست و مگن ہو کر نہ رہ جائے بلکہ غریب و نادار بے کس و محتاج کی بھی خبر گیری کرے۔ اس کی خوشی کا سامان کرے اور صدقہ فطر ادا کرے۔

حضرات سامعین! حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم زَكوٰةَ الفِطْرِ صَاعاً مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعاً مِنْ شَعِيْرٍ عَلٰى العَبْدِ الْحُرِّ اَوِالذَّكَرِ وَالاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَبِهَا اَنْ تُوَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ رسول ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام اور آزاد پر اور ہر مرد و عورت پر اور ہر چھوٹے و بڑے پر صدقہ فطر لازم کیا ہے۔ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو اور حکم دیا ہے کہ صدقہ فطر نماز کے لئے جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔

ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں فَرَضَ رَسُوْلُ

اللہ ﷺ زَکوٰۃَ الفِطرِ طُھراً لِلصِّیَامِ مِنَ اللَّغوِ وَ الرَّفثِ وَطُعمۃً لِلمَسَاکِینِ رسول ﷺ نے روزوں کو فضول ولایعنی باتوں کے اثرات سے پاک وصاف کرنے کے لئے اور مسکینوں و محتاجوں کے کھانے کا بندوبست کرنے کے لئے صدقہ فطر کوواجب قرار دیا۔

معلوم ہوا کہ صدقہ فطر صرف طہارۃ صوم ہی کا سبب نہیں بلکہ مفلس و نادار کے کھانے کا بندوبست بھی ہے۔ صدقہ فطر غریبوں کے لئے عید کا سامان ہے صدقہ فطر مفلسوں کے لئے خوشی و مسرت کا انتظام ہے۔ صدقہ فطر مفلسوں کے لئے باری تعالیٰ کی جانب سے بہترین عطیہ ہے۔ صدقہ فطر غریبوں کے دکھ درد میں شرکت کا دروازہ ہے۔ صدقہ فطر غریبوں کی دلجوئی ہے صدقہ فطر غریبوں کی اعانت وامداد ہے۔ صدقہ فطر تعمیل حکم ربانی اور رضاء الٰہی کا ذریعہ ہے۔ صدقہ فطر جناب محمد ﷺ کی خوشنودی کا سبب ہے، صدقہ فطر آخرت کی کامیابی وبامرادی ہے۔ صدقہ فطر انسان کو اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ یہ خوشی کے لمحات صرف امیروں اور مالداروں کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ عید صرف امراء و اغنیاء ہی کی وراثت نہیں بلکہ غریب و مفلس، کمزور و ناتواں، بے کس و مجبور کے لئے بھی فرحت وسرور کا دن ہے۔

حضرات گرامی! غور کیجئے نبی کریم ﷺ کو اپنی امت کے غریبوں و مفلسوں بے کسوں و مجبوروں کی کس قدر فکر تھی۔ ان کا کس قدر خیال فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ مذہب اسلام کے اندر غریبوں کے دکھ درد کو بانٹنا اور اس میں شریک ہونا اصولی اور اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے

مذہب اسلام کی عید صرف امیروں کی عید نہیں بلکہ یتیموں، مفلسوں، مسکینوں اور اپاہجوں کی بھی عید ہے۔

دنیا کا کوئی بھی مذہبی گروہ ہو وہ عیسائی ہو یا یہودی، ہندو ہو یا پارسی، ان کے تہواروں میں غریبوں کا کوئی حصہ نہیں۔ یہ صرف اسلام ہے جس نے عید کی مسرتوں میں سب سے پہلے غریبوں کے حقوق کا علم بلند کیا۔ جس نے بھی کہا ہے سچ کہا ہے کہ کوئی بھی گروہ یا جماعت امیر و غریب، اونچ و نیچ میں معاشی انصاف لانا چاہتی ہو تو اسے اسلام کے عادلانہ نظام کی طرف رخ کرنا ہوگا۔

حاضرین کرام! قابل تعجب ہیں وہ لوگ جن کو مالک کائنات نے مال و دولت عنایت کی ہے۔ روپے پیسے عطا کئے ہیں، صاحب نصاب بنایا ہے۔ عزت و وقار سے سرفراز کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ بے شمار انعامات و احسانات سے نوازا ہے باجود اس کے راہ خدا میں خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں اس فرحت و انبساط کے موقع سے بھی غرباء و مساکین کا خیال نہیں کرتے مفلس و نادار پر ترس نہیں کھاتے۔ نہ بے سہارا اور اپاہج کی خوشی کا سامان نہیں کرتے دوستو! اس خوشی کو خوشی نہیں کہتے کہ خود تو عمدہ عمدہ، لذیذ لذیذ، کھانا کھائیں اور پڑوس میں ایک پڑوسی بھوک سے تڑپ رہا ہو۔ اس کے گھر سے کوئی دھواں نہیں اٹھ رہا ہو۔ اسی وجہ سے فرمایا اَمَرَبِھَااَنْ تُؤَدّیٰ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوۃِ کہ اے امیر و سنو! اے مالدارو سنو کہ جب تک تم غریب و مفلس کی خوشی کا سامان نہیں کر لیتے اس وقت تک تمھیں عید گاہ جانے کی

اجازت نہیں۔ جب تک تمہارا پڑوسی کسمپرسی و بے بسی میں ہوگا اس وقت تک تمہاری خوشی مقبول نہیں ہوگی۔

میرے دوستو اور بزرگو! جس طرح شب معراج خوش بختی اور سعادت مندی کی رات ہے۔ جس طرح شب جمعہ لطف و کرم والی رات ہے جس طرح شب عرفہ رحمت و رافت والی رات ہے۔ جس طرح شب الاضحیٰ خیر و برکت والی رات ہے اسی طرح شب عید کے آغوش میں بھی باری تعالیٰ کی لازوال رحمت و رافت مغفرت و بخشش موجود ہے نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا مَنْ اَحْیٰی اللَّیَالِیَ الْخَمْسَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ لَیْلَةَ التَّرْوِیَةِ وَلَیْلَةَ عَرَفَةَ وَلَیْلَةَ النَّحْرِ وَلَیْلَةَ الْفِطْرِ وَلَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ (ترغیب) کہ جس نے پانچ راتوں کو اپنی عبادتوں سے زندہ کیا اس پر جنت واجب ہو جائے گی، ترویہ کی رات، عرفہ کی رات، قربانی کی رات، عیدالفطر کی رات، اور شعبان کی پندرہویں رات، یہ عید کا تحفہ ہے عید کی رات کو جاگنا گویا جنت کا لینا ہے مغفرت و بخشش کا حاصل کرنا ہے۔

حضرات گرامی! لیکن یہ تحفے صرف عالم و فاضل ہی کے لئے نہیں، حافظ قاری کے لئے ہی نہیں، صرف انہیں لوگوں کے لئے نہیں جو بڑے متقی اور پرہیزگار ہیں بلکہ یہ تحفے اور عام معافی گنہ گاروں کے لئے بھی ہے سیہ کاروں کے لئے بھی ہے خطاکاروں کے لئے بھی ہے۔ غم کے ماروں کے لئے بھی ہے ارشاد ہوتا ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِ الْفِطْرِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى اَبْوَابِ الطُّرُوْقِ فَنَادَوْا اُغْدُوْا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى رَبِّ الْكَرِيْمِ يَمُنُّ بِالْخَيْرِ ثُمَّ يُثِيْبُ

عَلَیْهِ الْجَزِیْلَ لَقَدْ اُمِرْتُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَقُمْتُمْ وَاُمِرْتُمْ بِصِیَامِ النَّهَارِ فَصُمْتُمْ وَاَطَعْتُمْ رَبَّکُمْ فَاقْبِضُوْا جَوَائِزَکُمْ فَاِذَا اصَلُّوْا نَادٰی مُنَادٍ اَلَااِنَّ رَبَّکُمْ قَدْ غَفَرَلَکُمْ فَارْجِعُوْا رَاشِدِیْنَ اِلٰی رِحَالِکُمْ (ترغیب)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے تمام راستوں کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آواز دیتے ہیں اے مسلمانو! رب کریم کے دروازے پر آؤ، وہ تمھارے لئے بھلائی اور خیر کے خزانے لئے ہوئے ہے۔ تمھیں بہت سا اجر عطا فرمائے گا تمھیں میں نے رات کے قیام کا حکم دیا تم نے رات بھر قیام کیا۔ تمھیں میں نے دن کے روزے کا حکم دیا تم نے دن بھر روزہ رکھا۔ تم نے اپنے رب کی اطاعت کا حق ادا کر دیا جب نماز کے لئے کھڑے ہوں گے تو ایک فرشتہ ندا کرے گا آگاہ رہو کہ تمھارے رب نے تمھیں بخش دیا ہے۔ اب تم اپنے گھروں کو گناہوں سے پاک ہو کر واپس ہو جاؤ۔

حضرات! یہ ہماری نیک بختی اور سعادت مندی ہے کہ رب کریم نے ہمیں یہ موقع عنایت فرمایا ہے جس میں انوار و برکات کی بارش ہو رہی ہے۔ یہ لمحات صرف خوشی کے لمحات نہیں بلکہ ہمارے لئے مغفرت و معافی کے لمحات ہیں اس لئے ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ عید الفطر کے اس مبارک دن کو خرافات و بدعات سے آلودہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہر ہر قدم پر جناب نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنی چاہیئے اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَآخِرُ الدعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

حضرت خلیلؑ اور قربانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتِمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

بھڑکی ہوئی ہے آتش نمرود چار سو کوئی خلیلؑ ہے ارے کوئی خلیلؑ ہے

معزز سامعین اور حاضرین اجلاس! قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ السلام کی پوری زندگی ابتلا و آزمائش سے بھری ہے۔ باری تعالیٰ نے آپ کا امتحان کبھی دہکتے شعلوں کے ذریعہ لیا تو کبھی اولاد سے محروم رکھ کر لیا۔ کبھی آپ کی آزمائش بیٹے کو اپنے سے جدا کر کے کی تو کبھی بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دے کر آزمایا۔ چونکہ اللہ جل جلالہ کو یہ سارے امتحانات لینے تھے۔ کٹھن سے کٹھن مرحلوں سے آپ کو گذارنا تھا۔ دشوار گذار گھاٹیوں کی سیر کرانی تھی اور معلوم تھا کہ میرا خلیلؑ جب بھی اس دار فانی میں قدم رکھے گا تو کفر و شرک کے سخت حملے ہوں گے باطل آندھیاں حق و صداقت کو

اکھاڑ پھینکنے کی سعی پیہم کریں گی اسی لئے باری تعالیٰ نے پہلے ہی سے رشد کی دولت عطا فرمادی قرآن کہتا ہے کہ **ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل و کنابہ عالمین** کہ ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو رشد کی دولت سے سرفراز کردیا اور اور اس کو ہم جانتے تھے اسی نعمت عظمیٰ کی بنا پر آپ نے تمام امتحانات کے اندر کامیابیاں حاصل کیں کفر و شرک اور تمام باطل یلغاروں کا سامنا کیا اور تمام نمرودی قوتوں کی کمر توڑ دی اور حق و صداقت کی صدا اس ہمت و جرات مندی کے ساتھ بلند کی کہ باطل کے پرخچے اڑ گئے اور تمام نمرودی تدابیر بھسم ہوکر رہ گئے۔

برادران ملت اسلامیہ! سیدنا حضرت ابراہیم کو اعلاء کلمۃ اللہ اور دعوت توحید کے جرم میں دہکتے ہوئے شعلوں میں ڈال دیا گیا شان نبوت و عزیمت دیکھئے پاؤں میں لغزش تک نہیں ہوئی زبان سے اف تک نہیں کہا پوری دنیا حتی کہ عرش و کرسی لوح و قلم تک نے دیکھا کہ آگ نے ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ آپ کے لئے گل و گلزار بن گئی۔ یہ حضرت خلیل کی ایثار و قربانی ہی کا نتیجہ تھا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق　　عقل ہے محوئے تماشائے لب بام ابھی

حضرات سامعین! پوری جوانی بیت چکی ہے۔ عمر کا اچھا خاصہ حصہ گذر چکا ہے لیکن اولاد کی نعمت سے محروم ہیں سیدہ ہاجرہؓ کی گود سونی ہے۔

دل مشتاق اولاد کے لئے مضطرب اور پریشان ہے۔ ایک دن حضرت خلیلؑ موج میں آگئے انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ کے حضور درخواست دی رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ اے میرے پروردگار مجھے صالح بیٹا عطا کر دے۔ مجھے نیکو کار بیٹا عطا کر دے۔ دست نبوت کا اٹھنا تھا کہ رحمت خداوندی جوش میں آگئی اوپر سے یہ صدا آئی فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ کہ جاؤ ہم نے آپکو حلیم بیٹے کی بشارت دے دی۔ بردبار بیٹے کی خوشخبری دے دی۔

حضرات گرامی! تدبر کا مقام ہے حضرت خلیلؑ نے صالح بیٹا مانگا تھا لیکن رب جلیل نے حلیم بیٹا عنایت کیا۔ ایسا کیوں؟ اس لئے کہ مالک کائنات کو یہ معلوم تھا کہ مرے نبی کو عشق و محبت کی ان وادیوں سے گذرنا ہوگا۔ امتحانات و آزمائش کا وہ سلسلہ طے کرنا ہوگا، ان کٹھن اور دشوار گذار گھاٹیوں کو پار کرنا ہوگا جن کو صرف صالح ہی برداشت نہیں کر سکتا بلکہ وہی برداشت کر سکتا ہے جو صالح ہونے کے ساتھ ساتھ حلیم بھی ہو۔

معزز حاضرین! شان کریمی پر غور کیجئے بڑھاپے کی عمر میں صرف چاند سا بیٹا ہی عنایت نہیں کیا نور نظر اور محبت بھرا لخت جگر ہی عطا نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی ابتلاو آزمائش کا ایک بڑا پہاڑ سامنے لاکر کھڑا کر دیا۔ ایسی دشوار اور کٹھن وادی میں پہونچا دیا کہ جسکو پتھر جیسا دل رکھنے والا بھی قابو میں نہیں لا سکتا۔ اچھے اچھے کے پاؤں ڈگمگا جائیں گے۔ مگر قربان جائیے پیغمبر جلیل

حضرت خلیلؑ پر کہ انہوں نے ان ابتلاو آزمائش کا انتہائی صبر و استقامت کے ساتھ سامنا کیا۔ حکم ہوتا ہے کہ اس شیر خوار معصوم لخت جگر کو میرے لئے اپنے سے جدا کردو، ماں بیٹے دونوں کو وادی غیرذی زرع میں چھوڑ آؤ، بے آب وگیاہ چٹیل میدان میں ڈالدو، حکم پاتے ہی حضرت خلیلؑ نے دونوں ماں بیٹے کو لےکر اس سنسان وادی کارخ کر لیا۔ عجیب سماں تھا، عجیب سناٹا تھا، عجیب امتحان تھا۔ پیغمبرؑ نے اپنے اکلوتے بیٹے اور عفت مآب بیوی کو لے کر سنسان وادی کارخ کر لیااور تھوڑی کھجور اور مشکیزہ بھرپانی دے کر اللہ کے حوالے کر آئے۔

صفااور مروہ کی پہاڑیاں گواہ ہیں اس چٹیل ریتیلے میدان سے پوچھو ریگستان کی وہ کانٹے دار جھاڑیاں تم کو بتلائیں گی کہ کھجور اور پانی کا ختم ہونا تھا کہ مصائب و آلام کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ دونوں ماں بیٹے کی زندگیاں تلخ ہو گئیں۔ سیدہ ہاجرہ کے پاؤں تلے سے زمین کھسکنے لگی۔ بھوک و پیاس کی شدت نے چھوٹے اسماعیلؑ کا حلق سوکھ گیا۔ سسکیاں بندھنے لگیں۔ ماں کی محبت و ممتا قابو میں نہیں رہ سکی۔ کلیجہ پھٹنے لگا جب یہ خوف ہونے لگا کہ کہیں بچہ دم نہ توڑ دے تو سیدہ پانی کی تلاش میں نکل پڑیں۔ بے چینی کے عالم میں کبھی صفا پر جاتی تھیں اور کبھی مروہ پر جاتی تھیں اور جب اسماعیلؑ کو تڑپتا دیکھتی تھیں تو واپس دوڑ پڑتی تھیں اسی عالم

اضطراب میں چکر لگاتی رہیں۔ آخر جب اسماعیلؑ کی شدت پیاس اور ایڑیاں رگڑنا سامنے آیا۔ تو بے اختیار ہو گئیں اور رو رو عرض کیا کہ اے بار الہا! میری مشکل حل فرما۔ میری مشکل حل فرما اور اسماعیلؑ کی اس سوکھی ہوئی زبان کیلئے پانی کا انتظام کر دے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں رحمت حق نے اس عفت مآب پاک بندی کی اس والہانہ التجا کو سنا تو رحمت خداوندی جوش میں آ گئی۔ حضرت جبریلؑ کو حکم ہوا کہ جاؤ اسماعیلؑ کی ایڑیوں سے چشمہ جاری کر دو۔ جبریل کے پر مارتے ہی چشمہ جاری ہو جاتا ہے۔ حفیظ جالندھری نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

سنی آواز ننھے کے بلکنے اور رونے کی
تڑپ اٹھیں کہ ساعت آگئی ہے جان کھونے کی
پلٹ آئیں تو دیکھا دور سے ننھا تڑپتا ہے
کہ جس پتھر کے سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے
رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمین پر اپنے بچے کو
پکارا ہاجرہؓ نے کانپ کر اللہ سچے کو
قریب آئیں تو پر کھولے ہوئے جبریلؑ کو پایا
انگوٹھا چوستے سایے میں اسماعیلؑ کو پایا
جہاں پر ایڑیاں بچے نے رگڑیں تھیں بہ ناچاری
ہوا تھا چشمہ آب سرد شیریں کا وہاں جاری

حضرات! جب اس وادی غیر ذی زرع کے اندر اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی تو خوب ہوئی حتی کہ وہ وادی صرف سنسان وادی نہیں رہی۔ محض چٹیل اور ریتیلے میدان نہیں رہے محضر کانٹے اور جھاڑیوں والی زمین نہیں رہی بلکہ دھیرے دھیرے ایک گاؤں پھر ایک قصبہ پھر ایک عظیم الشان شہر بن گئی جسے آج مکہ مکرمہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

بہت دنوں کے بعد والد مکرم اپنے اکلوتے سے ملنے آئے۔ اپنے نور نظر پر محبتوں کی بارش برسانے آئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بڑا

اور اہم امتحان لینے کا فیصلہ کر لیا وہ امتحان یہ تھا کہ خواب میں دکھایا جاتا ہے کہ اپنے فرزند ارجمند کو اپنے ہی ہاتھوں ذبح کر رہے ہیں۔ تین دن تک برابر خواب دیکھتے رہے تو خلیلؑ اللہ نے رب ذوالجلال کی مشیت کو جان لیا کہ حقیقتاً لخت جگر کو ذبح کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ سر اطاعت مشیت ایزدی کے سامنے خم کر دیتے ہیں۔ اس وقت حضرت اسماعیلؑ کو غائب پا کر پہاڑ پر چڑھ کر ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ جیسے ہی حضرت اسماعیلؑ پر نظر پڑتی ہے تیز آواز سے پکارا کہ اسماعیلؑ ادھر آؤ۔ پیغام ربانی سن جاؤ۔ حضرت اسماعیلؑ دوڑتے ہوئے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہو گئے تب حضرت خلیلؑ نے خدا کا پیغام سنایا۔ یٰبُنَیَّ اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی کہ اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں تمھاری اس سلسلے میں کیا رائے ہے۔ حضرت اسماعیلؑ جواب دیتے ہیں سَتَجِدُوْنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ ابا آپ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کیجئے انشاءاللہ مجھ کو صبر کرنے والا پایئے گا۔

حضرات گرامی! حضرت خلیلؑ اپنے جان جگر اور نور چشم کو ساتھ لے کر صحراء کی طرف روانہ ہو گئے۔ خدا کی قسم عجیب سماں تھا زمیں و آسماں پر لرزہ طاری تھا کائنات ارضی رو رہی تھی عرش و کرسی، لوح و قلم سب کے سب حیرت سے محو تماشا تھے۔ کہ آج دیکھنا ہے کہ ایک باپ

اپنے اکلوتے بیٹے پر کیسے چھری چلاتا ہے۔ ادھر دونوں باپ بیٹے کو مستعد اور تیار دیکھ کر شیطان کا دم گھٹتا چلا جا رہا تھا فوراً تعاقب میں نکلا اور اپنے حربے استعمال کرنا شروع کر دئے۔ شیطان کہتا ہے ابراہیم فوراً سوچ لو تم کون سا کام کرنے جا رہے ہو۔ بھلا کوئی باپ اپنے ہی ہاتھوں بیٹے کو ذبح کر سکتا ہے نگاہ نبوت تاڑ گئی کہ کچھ نہیں یہ شیطان ہے جو ہمیں تعمیل حکم ربانی سے روکنا چاہ رہا ہے آپنے کنکریوں کے ذریعہ اس کے وار کو روکا اور تعمیل حکم میں مصروف ہو گئے اپنے اکلوتے بیٹے کو زمین پر لٹا دیا اور بلا دریغ گلے پر چھری رکھ دی۔ چھری چلانا چاہا مگر چل نہیں رہی ہے۔ دست نبوت نے اپنا پورا زور صرف کر دیا مگر چھری اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر رہی ہے۔ اطاعت گذار بیٹا چیخ پڑتا ہے ابا جلدی کیجئے چھری تیز کر لیجئے ایسا نہ ہو کہ تعمیل حکم میں تاخیر ہو جائے اور ہمارا خدا ہم سے ناراض ہو جائے۔ اسی کو اقبال نے کیا ہی خوب کہا ہے:

فیضان نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

چھری کی اس حرکت پر حضرت خلیلؑ سخت برہم ہوئے اور غضبناک ہو کر عرض کیا کہ اگر میں تیرا استعمال کسی درخت پر کرتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اگر کسی جانور پر کرتا تو پاش پاش ہو جاتا اگر کسی پتھریا لوہے پر کرتا

تو وہ بھی بغیر کٹے یا ٹوٹے نہیں رہ سکتا مگر جب میں نے اپنے اکلوتے کے گلے پر چلایا تو تم نے ایسی حرکت اور ایسی بے وفائی کیوں کی۔ چھری کہنے لگی اے ابراہیم برہم ہونے کی بات نہیں ہے خفا مت ہوئیے جس رب کے حکم کی تعمیل میں آپ مصروف ہیں اسی رب کے حکم کا میں بھی پابند ہوں۔ مجھے حکم ملا ہے کہ اسماعیلؑ کا ایک بھی بال بیکا نہیں ہونا چاہئے تو بھلا بتائیے میں آپ کی مانوں یا اپنے رب کی مانوں۔

اسی دوران اوپر سے آواز آتی ہے قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ اَنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ کہ اے ابراہیم تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ رب کریم کہتا ہے کہ اے ابراہیم میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ تم سے تمھارا بیٹا چھین لیا جائے تم سے تمھاری الفت و محبت ختم کردی جائے۔ تم سے تمھارا نور نظر لخت جگر مفقود ہو جائے بلکہ مقصد عشق و محبت کا امتحان تھا۔ تم اس امتحان کے اندر پورے اترے اب دیکھو ہم نے تمھارے لئے کیا کیا اعزاز رکھا ہے۔ ان اعزاز کا تذکرہ قرآن کریم میں کہیں اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ کے ذریعہ کیا گیا تو کہیں وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ کے ذریعہ کہیں وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ کے ذریعہ تو کہیں سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ کے ذریعہ کہیں اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ کے ذریعہ تو کہیں

وَبَشَّرْنَاہُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِنَ الصّٰلِحِیْنَ کے ذریعہ تو کہیں وَبَارَکْنَا عَلَیْہِ وَالحق کے ذریعہ تو کہیں اِنِّی جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کے ذریعہ غرض کہ ادھر امتحانات میں حضرت خلیل و ذبیح کی کامیابی تھی ادھر منعم حقیقی کے بے شمار اعزازات وانعامات تھے۔

یہ وہ عشق و محبت کی عظیم ترین قربانی ہے جس کی یادگار ہماری یہ قربانی ہے۔ اسی وجہ سے احادیث میں اس کو سنة ابیکم ابراھیم کے ذریعہ ذکر کیا گیا ہے۔

حضرات گرامی! نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے جہاں اسلام کے دیگر شعبوں پر تنقیدیں کی جارہی ہیں وہیں مسئلہ قربانی کو بھی خوب خوب اچھالا جارہا ہے۔ آج غیر اسلامی دنیا یہ کہتی ہے کہ یہ کیسا مذہب ہے یہ کیسا دین وملت ہے جس کے اندر جیو ہتیہ جیسے پاپ کا حکم دیا جاتا ہے۔ گویا قربانی کرنے کی وجہ سے ہمیں اور ہمارے مذہب کو پاپی اور غیر مہذب قرار دیا جارہا ہے۔

معزز سامعین! آیئے ذرا ہم ان کے دھرم کا تعاقب کریں۔ میں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر جیو ہتیہ پاپ ہے تو پھر ان کے مذہب کے بانی مبانی شیوجی نے اس کا ارتکاب کیوں کیا؟ گنیش کا سر تن سے جدا کیوں کیا؟ ہاتھی کی گردن کیوں کاٹی؟

اوروں کی بھلی بات تو بھاتی نہیں تجھ کو پر اپنی برائی نظر آتی نہیں تجھ کو

آیئے ذرا ان کی دھارمک کتاب مہابھارت کا جائزہ لیتے ہیں ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ پرمیشور نے جب نظام عالم تیار کیا اور کائنات کی شرشٹی سونپی تو الگ الگ امور کی انجام دہی کے لئے الگ الگ فرد کا انتخاب کیا۔ چنانچہ برہما کے ذمہ پیدا کرنے کا کام لگایا۔ وشنو کو پرورش و پرداخت کا کام سونپا اور شیو جی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے منتخب کیا۔

مہابھارت کی آٹھویں کھنڈ میں ایک واقعہ لکھا ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ سوامی شیو جی کی استری پاروتی غسل کے لئے غسل خانے میں گئی۔ جسم کے میل کچیل اور گندگیوں سے ایک بالک تیار کیا جس کا نام گنیش رکھ دیا۔ اور اس کو غسل خانہ کے دروازے پر پہرا داری کے لئے کھڑا کر کے یہ تلقین کی کہ میرے غسل کرنے تک کوئی منوشیہ اور ویکتی اندر داخل نہ ہونے پائے۔ سوئے اتفاق تھوڑی ہی دیر کے بعد سوامی شیو جی نے دستک دی اور جیسے ہی اندر جانا چاہا کہ گنیش نے پوری قوت سے اس کا بازو تھام لیا اور گرج کر کہنے لگا تم کون ہو؟ میری ماتا پاروتی اندر غسل کر رہی ہے بلا اجازت کیسے گھسے جا رہے ہو۔ سن کر شیو جی کو استعجاب ہوا۔ دل ہی دل میں فکر پیدا ہوئی کہ پاروتی تو میری بیوی ہے اس کو کوئی اولاد نہیں ہے آخر یہ کیسے اس کو زبردستی اپنی ماتا بنا رہا ہے۔ شیو جی کڑک کر

بولے پاروتی تو میری استری ہے تم کون ہو؟اور یہاں کس ارادے سے کھڑے ہواور فوراً تلوار نیام سے نکالی اور گنیش کا سر تن سے جدا کر دیا۔

پاروتی نے جب ماجرا دیکھا تو غصے سے اس کے چہرے پر سرخی آگئی۔ گالیاں اور برے بھلے الفاظ کا جو تحفہ پیش کیا وہ تو کیا ہی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ تم نے ہماری ساری محنت رائے گاں کر دی ہے۔ چاہے جس صورت میں ہو تم کو بالک لا کر دینا ہی پڑے گا۔ اب شیو جی کو فکر لاحق ہوئی گردن کی تلاش و جستجو میں لگ گئے۔ لاکھ ڈھونڈھا مگر گردن پانہ سکے۔ اسی دوران ایک ہاتھی کو جھومتے ہوئے آتے دیکھا فوراً تلوار نکالی اور سر کو دھڑ سے جدا کر دیا۔ اور اس سر کو گنیش کے اوپر نصب کر دیا گنیش زندہ ہو گیا۔ واقعہ تفصیل طلب ہے مجھے صرف استاد کھانا تھا اور ان الزام دھرنے والوں سے عرض کرنا تھا کہ تم کو پہلے اپنے دھرم کا جائزہ لینا چاہئے پھر بعد میں ہمارے پاکیزہ دین پر کیچڑ اچھالنا چاہیئے تھا۔ بتاؤ پھر میں کہتا ہوں کہ اگر جیو ہتیہ پاپ ہے تو پھر تمہارے مہاتما اور بھگوان نے گنیش کو کیوں قتل کیا۔ ہاتھی کی ہتیہ کیوں کی؟

میرے نوجوان دوستو! سارے ہندوؤں اور معترضین قربانی سے جاکر کہہ دو بہ بانگ دہل اعلان کر دو کہ اگر جیو ہتیہ پاپ ہے تو آج ہی سے سارے کے سارے مرغ، خصی، بکری اور مچھلی وغیرہ کو کھانا چھوڑ دیں

کیوں کہ یہ بھی جیو ہتیہ ہے۔ اپنے بتوں پر خصی کی بلی چڑھانا چھوڑ دیں
کیوں کہ یہ بھی جیو ہتیہ ہے اور بیماری کی حالت میں علاج و معالجہ کو ترک
کردیں۔ دواؤں کا استعمال بند کردیں اس لئے کہ دوائیں جراثیم مارنے کیلئے
دی جاتی ہیں۔ اگر سب کے سب آج اس بات پر آمادہ ہو جائیں تو ہم آج
ہی سے گاؤ کشی اور قربانی ترک کردیں گے۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے ہیں تو
پھر اپنی زبانیں بند کرلیں۔ اپنادامن دیکھیں دوسروں پر کیچڑ نہ اچھالیں۔

میرے اسلامی بھائیو! آؤ آج ہم سب مل کر عہد کریں کہ ہم اپنے
مذہبی شعار اور دینی اصول و ضوابط پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہیں
گے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آج بھی جو ہو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

ہندوستان کا وفادار کون؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّد الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّمَا الْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام

وہ سن کے آجائے تاریخ کو پسینہ
تیرا دیا کسی نے مرے خون میں سفینہ
بھارت کے شیر کتنے مرے خون میں نہائے
ٹوٹا مرے لہو میں کتنوں کا آبگینہ
کچھ لوگ میرے خوں سے ہولی منا رہے تھے
کچھ لوگ بھر رہے تھے مرے خوں سے آبگینہ
صحرا میں جا کے چھلکا میرے لہو کا ساغر
انصاف مانگنے کی ایسی صدا کہیں نا

حضرات گرامی قدر اور حاضرین اجلاس! مختلف تہذیبوں کا گہوارہ ہمارا یہ ہندوستان جنت نما ہے۔ جس کی گود میں گنگا جمنا کی روانی ہے کوسی اور ستلج کی جوانی ہے۔ لال قلعہ اور جامع مسجد کی مضبوطی وپاکیزگی ہے،

تاج محل کی خوبصورتی ہے، اونچے اونچے پہاڑ ہیں، من موہن جھیل اور آبشار ہیں، مختلف مذہب وملت، دین ودھرم کے ماننے والے ہیں، کوئی ایک خدااور پرمیشور کی عبادت کرتا ہے۔ تو کوئی سینکڑوں دیوی دیوتاؤں کے آگے سر جھکاتا ہے۔ کوئی پتھروں کو پوجتا ہے تو کوئی درختوں کے آگے اپنا سر تسلیم خم کرتا ہے۔ کوئی گاؤماتا کہہ کر اس کو بھگوان کا درجہ دیتا ہے تو کوئی فوٹو اور تصاویر کے سامنے اپنے ہردے کو شانتی پہونچاتا ہے۔ اسی دھرتی نے جہاں بڑے بڑے باپوؤں کو جنم دیا ہے وہیں ہزاروں تاریخ ساز علماء، صلحا، عباد، زہاد، کی پرورش وپرداخت کی ہے۔

ہم بھی اسی دیش کے اندر پیدا ہوئے ہیں اسی کی مٹی نے ہماری پرورش وپرداخت کی ہے۔ تہذیب وشائستگی کا اعلی معیار عطا کیا ہے ہم کو اس ملک کے ذرے ذرے سے پیار ہے اس کی مٹی اور سبزے سے پیار ہے۔ اس کے اونچے اونچے پہاڑ اور وسیع وعریض صحراؤں سے پیار ہے۔ اس کے جھیلوں اور آبشاروں سے پیار ہے۔ اس کے مساجد ومدارس سے پیار ہے۔ اس کے محلات وقلعات سے پیار ہے۔

اسی لئے اس کی عصمت وعفت کی حفاظت کو ہم اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں اس کی گود کی رکچھا کو اپنا دھرم تصور کرتے ہیں، اس کے ذرے ذرے کی صیانت کو اپنا ایمان گردانتے ہیں کیوں کہ جس مذہب کے ہم

ماننے والے ہیں جن قوانین کے ہم پیرو ہیں اس نے ہمیں بے وفائی نہیں بلکہ وفاداری کا سبق دیا ہے۔ احسان فراموشی نہیں احسان شناسی کا سبق دیا ہے اس نے ہمیں بزدلی نہیں بلکہ حوصلہ دیا ہے۔ اس نے ہمیں لومڑی کی عیاری نہیں بلکہ شیر کا دل عطا کیا ہے، اس نے ہمیں تلوار کے سایے میں جینا سکھایا ہے اس نے ہمیں جفاکشی کی مشق کرائی ہے۔ اس نے ہمیں توپوں اور ٹینکوں سے ٹکرانے کا حوصلہ دیا ہے۔

ارے سرزمین مکہ سے پوچھ لو، سرزمین مدینہ سے پوچھ لو، مصر وشام سے پوچھ لو، روس وایران سے پوچھ لو، روم و فارس سے پوچھ لو، اندلس واسپین سے پوچھ لو، کہ کیسی کیسی وفاداری کا ثبوت ہم نے پیش کیا ہے، جب ہم مکہ میں تھے تو مکہ کے ساتھ وفاداری کی تھی۔ مدینہ میں تھے تو مدینہ کے ساتھ وفاداری کی تھی، مصر میں تھے تو مصر کے ساتھ وفاداری کی تھی، شام میں تھے تو شام کے ساتھ وفاداری کی تھی، روس وایران میں تھے تو روس وایران کے ساتھ وفاداری کی تھی، روم وفارس کے ساتھ تھے تو روم وفارس کے ساتھ وفاداری کی تھی، اندلس واسپین میں تھے تو اندلس واسپین کے ساتھ وفاداری کی تھی، اور جب ہم اپنے اکابرین کی شکل میں اسی ہندوستان اور بھارت میں تھے تو اس وقت ہم نے تو ایسی ایسی وفاداری کا ثبوت پیش کیا کہ دنیا حیران و ششدر ہے، اسی

بھارت کے عصمت کی حفاظت کی خاطر ہم نے گولیاں کھائیں، توپوں اور ٹینکوں کے نشانے بنے، پھانسی کے پھندوں پر چڑھنا پڑا، جیلوں کی مشقتوں کو برداشت کیا نذر آتش کردیے گئے۔

اے سرزمین ہند سن! اور غور سے سن۔ میں اپنی وفاداری کی روداد سنانے جارہا ہوں۔

آج کی بدحال دنیا کے بھی دن پھر جائیں گے
اے مؤرخ ہم اگر تاریخ دہرانے اٹھے

جب ہندوستان کی سرزمین میں انگریزوں کا ناپاک سایہ پڑا، اور وہ اپنی شاطرانہ وعیارانہ چالوں سے یہاں کے مالک بن بیٹھے۔ جب باشندگان ہند پر طرح طرح کے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے۔ جب ہندوستان کو غلام بنایا جانے لگا جب ہندوستانیوں کا خون ان کے پسینوں سے بھی ارزاں ہونے لگا، تو ایسے نازک دور میں سب سے پہلے جس نے علم بغاوت بلند کیا۔ وہ محدث کبیر، نازش وطن شاہ عبدالعزیز بن ولی اللہ محدث دہلوی ہیں۔ شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ کیا تھا گویا ایک برق تپاں تھا جو دشمنوں کے نخل تمنا پر گر پڑی۔ انگریز کی نیندیں حرام ہو گئیں جگہ جگہ آزادی کے شعلے بھڑکنے لگے جگہ جگہ آزادی کے پرچم لہرانے لگے، سینوں میں ولولے مچلنے لگے اور حوصلوں نے انگڑائیاں لینی شروع کردیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ہندوستان کی جنگ آزادی میں علماء کرام شریک نہیں ہوتے تو ہندوستان کبھی آزاد نہیں ہوتا۔ اگر یہ سر حیل آزادی نہ ہوتے تو تحریک آزادی نہ چلتی۔ تحریک بالاکوٹ نہ چلتی، تحریک ریشمی رومال نہ چلتی، تحریک خلافت نہ چلتی، ہندوستان چھوڑو تحریک نہ چلتی، مقدمہ وہابیان نہ چلتا، انبالہ سازش کیس نہ بنتا۔ الغرض علماء کرام ہی نے اپنے خون جگر سے عروس آزادی کی حنابندی کی ہے۔ اور اپنے مقدس لہو سے شجر آزادی کو سینچا اور پروان چڑھایا ہے۔

چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دو محاذ بنائے گئے۔ ایک محاذ انبالہ جس کی قیادت مولانا جعفر تھانیسری کے پاس تھی اور دوسرا محاذ شاملی پر، جس کی قیادت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے پاس تھی۔ اس جنگ میں بڑے بڑے علماء و صلحا شہید ہوئے۔ اسی جنگ میں مولانا نانا توی زخمی ہوئے۔ اسی جنگ آزادی میں مولانا گنگوہی زخمی ہوئے۔ اسی جنگ میں حافظ ضامن شہید ہوئے۔ اس ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں دو لاکھ مسلمان شہید ہوئے جن میں ساڑھے اکیاون ہزار علماء کرام تھے۔ صرف دہلی کے اندر پانچ سو علماء کو پھانسی کے پھندے پر لٹکایا گیا۔ ۱۸۶۱ء میں تین لاکھ قرآن کریم کے نسخے کو بد بخت انگریزوں نے جلا ڈالا۔ اسی کے بعد ہی سے علماء کرام کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

انگریز مؤرخ ٹامسن لکھتا ہے کہ ۱۸۶۴ء سے لے کر ۱۸۶۷ء تک اس تین سالوں میں انگریز نے چودہ ہزار علماء کو تختہ دار پر لٹکایا۔ ٹامسن کہتا ہے کہ دلی کی چاندنی چوک سے لے کر پشاور کی جامع مسجد تک کوئی ایسا درخت نہیں تھا جس پر علماء کی گردنیں نہ لٹکی ہوں۔ ٹامسن کہتا ہے کہ علماء کے جسموں کو تانبے سے داغا گیا۔ ٹامسن کہتا ہے کہ علماء کو سوروں کی کھالوں میں بند کر کے تنوروں میں ڈالا گیا ٹامسن کہتا ہے کہ علماء کو ہاتھیوں پر کھڑا کر کے درختوں سے باندھ کر نیچے سے ہاتھیوں کو چلا دیا گیا۔ ٹامسن کہتا ہے کہ لاہور کی جامع مسجد جس کے صحن میں انگریز نے پھانسی کا پھندا بنایا تھا اس میں ایک ایک دن میں اسی اسی علماء کو پھانسی دیدی جاتی تھی۔ ٹامسن کہتا ہے کہ لاہور کے دریائے راوی میں اسی اسی علماء کو بوریوں میں بند کر کے ڈال دیا جاتا اور اوپر سے گولیوں کا نشانہ بنایا جاتا۔

انہیں شیدائیاں اسلام میں شیخ الہند اور مولانا عبید اللہ سندھی بھی ہیں۔ جن کو آج دنیا اسیران مالٹا سے جانتی ہے۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف عا تحریک چلائی کہ عقل انسانی حیران ششدر رہ جاتی ہے جسے تحریک ریشمی رومال سے جانا جاتا ہے۔

شیخ الہند کے ہر دل عزیز شاگرد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں جنھوں نے خلافت کانفرنس کراچی میں ایسے وقت میں شرکت کی کہ انہیں

گولی مار دینے کا حکم مل چکا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ حسین احمد نہیں آئے گا مگر لوگوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جب وہ مرد مجاہد کفن بردوش ہوکر اسٹیج پر آیا اور جلسہ کی صدارت فرمائی۔ اسی کانفرنس میں حضرت نے انگریزوں کو بلبل اور گولیوں کو گل سے تشبیہہ دیتے ہوئے فرمایا:

شہید ناز کی تربت کہاں ہے   لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گل

حضرت نے یہ شعر پڑھا تو لوگ جوش میں آدھے گھنٹے تک مسلسل نعرے لگاتے رہے۔ اور پھر علماء کی قربانیوں اور اپنے ایک فتوے کی جانب اشارے کرتے ہوئے انگریز کو مخاطب کر کے فرمایا:

کھلونا سمجھ کر نہ برباد کرنا
کہ ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں
فرنگی کی فوجوں میں حرمت کے فتوے
سر دار چڑھ کر بھی گائے ہوئے ہیں
وہ شجر آزادی کے خوں دے کے سینچا
تو پھل اسکے پکنے کو آئے ہوئے ہیں

محترم سامعین! مولانا حسین احمد مدنیؒ، ڈاکٹر احمد انصاری، مولانا ابوالکلام آزاد انہیں لوگوں کی سیاسی رہنمائی میں سن ۱۹۲۰ء میں آخری جنگ ہوئی۔ اس میں بھی پانچ سو دلاور شہید ہوئے۔ چودہ ہزار علماء جیل

گئے۔ بالآخر ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کا آخری گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن رخصت ہوگیا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے دور سے چل رہی آزادی کی تحریک اپنی منزلِ مرادپانے میں کامیاب ہوگئی۔

اے سرزمین ہندوستان سنا تم نے، یہ ہے ہماری وفاداری کی تاریخ اوراس کی روداد اور آج ہم پورے یقین اور حوصلے کے ساتھ کہتے ہیں کہ آج بھی اگر کوئی ناپاک قدم تیرے سینے پر ڈالے گا تو اس کے لئے پاؤں ہم کاٹ ڈالیں گے اگر کوئی انگشت نمائی کرے گا تو اس کی انگلیوں کو ہم تراش ڈالیں گے۔ اگر کوئی تمھاری عصمت و عفت کو داغدار کرنا چاہے گا تو حسین احمد مدنیؒ بن کر اس کی حفاظت ہم کریں گے۔ اگر کوئی تمہاری عزت وناموس کو تاراج کرنا چاہے گا تو محمود الحسنؒ بن کر اس کی رکچھا ہم کریں گے، اگر کوئی للچائی نگاہ سے تمہیں دیکھنے کی کوشش کرے گا تو حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ بن کر ہم اس کی آنکھیں نکال ڈالیں گے۔ اگر کوئی تمہاری کود سونی کرنا چاہے گا تو حفظ الرحمن سیوہارویؒ بن کر اس کا کلیجہ ہم چاک کر ڈالیں گے۔ اگر کوئی تم سے تمھارا سنگھار چھیننا چاہے گا تو عبید اللہ سندھیؒ بن کر اس کے سر کے دو ٹکڑے کر ڈالیں گے، اگر کوئی تم سے تمہارا ساون غصب کرنا چاہے گا تو اس کی زندگی کو تباہ و برباد کر ڈالیں گے۔

زخم کھائیں گے مسکرائیں گے ۔ اور پھر انقلاب لائیں گے

چاہے وہ امریکہ ہو یا روس، فرانس ہو یا برطانیہ، چین ہو یا پاکستان، کسی کی ہمیں پرواہ نہیں۔ کیوں کہ توپوں اور ٹینکوں سے ٹکرانے کا حوصلہ ہمارے اندر موجود ہے، تیروں اور تلواروں کے سایے میں ہماری پرورش ہوئی ہے، بارودی شعلوں کا ہم نے خوب تجربہ کیا ہے۔ ایٹمی ہتھیاروں کو ہم نے خوب دیکھا ہے۔

بدر کی تاریخ ہمارے پاس ہے، احد کا معرکہ ہم نے سر کیا ہے، خندق کی پریشانیوں کو ہم نے برداشت کیا ہے، خیبر کے نخلستان پر ہم نے قبضہ کیا ہے، تبوک کے رعب و دبدبے ہمارے پاس ہیں، اور فتح مکہ بھی تو ہماری ہی طاقت و قوت کا نتیجہ ہے۔

صدائیں آج بھی آتی ہیں طاق کسریٰ سے
ورق ورق ہے مری زندگی کا عبرت خیز

اے سرزمین بھارت! اب ذرا تم اپنے دوسرے لال کی خبر لو کہ اس نے تمہارے ساتھ کیا وفاداری کی ہے۔ اور تم کو کیا دیا ہے۔ یہی تو کہ اس نے تم کو ساری دنیا میں رسوا کیا۔ تمہارے گاندھی کو مار ڈالا، تمہارے گلے میں وطنیت کا پھول ڈالنے والے ہزاروں انسانوں کو ذبح کر ڈالا، تمہارے لود میں ہنستے کھیلتے قبیلے کو جلا کر راکھ کر ڈالا، برطانیہ اور امریکہ کے بزدل ٹیروں سے دوستی قائم کر لی۔ ظلم و بربریت کا ساون برسا دیا۔ فتنہ و فساد

پھیلا کر تمھارے جسموں کو لہو لہان کیا۔ مسجدوں اور عید گاہوں کو توڑ کر تمھارا سنگار چھین لیا، تمھاری گنگا میں نہا نہا کر اس کو گندہ اور پراگندہ کر ڈالا۔ تمھاری کوسی اور ستلج کی حفاظت کو ختم کر دیا۔ تمھارے سرمایے کا غلط استعمال کیا۔ گھپلے اور گھوٹالے کیۓ۔ رام کے نام پر رتھ یاترا کا استعمال کیا۔ اور تمھاری پوری گود کو بجائے پھول کے خون سے بھر دیا۔ رام راج کے سایے میں تمھارے قانون کا غلط استعمال کیا، تمھاری جمہوریت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ ایٹمی ہتھیار جو کہ تمہاری رکچھا کیلیئے تھے اس کا نشانہ تمھیں کو بنایا تمہارے ان وفاداروں پر گولیاں چلائیں جنہوں نے تمہاری حفاظت کی تھی، ان کے قرآن پر اعتراض کیا۔ ان کے دین ودھرم کا مذاق اڑایا۔ ان کے مسلم پرسنل لاء پر پابندی لگوانے کی کوشش کی۔ آزادیٔ نسواں کی صدا بلند کر کے ان کی ہزاروں ماؤوں اور بہنوں کو بے نقاب کر دیا۔

جنہیں ہے شوق کہ کھیلیں وطن کی عصمت سے

انہیں کا دعویٰ ہے کہ ہندوستان ہمارا ہے

اے بھارت کی دھرتی! انصاف اور دیانتداری کے ساتھ بتاؤ کہ وفاداری ہم نے کی ہے، تمھاری عصمت وعفت کی حفاظت ہم نے کی ہے۔ تمھاری عزت وناموری کی خاطر خون ہم نے بہایا ہے۔ تم کو تمھاری من چاہی خوشیاں ہم نے عطا کی ہے، یہ رام کے پجاری اور راون کے پتر ہم ہی

کو دھمکی دے رہے ہیں کہ مسلمانو! ہندوستان چھوڑو! پاکستان جاؤ، حالانکہ:

چمن کو ہم نے خود اپنے لہو سے سینچا ہے
ہمیں بہار پہ دعویٰ ہے اپنے حق کی طرح

ایسا لگتا ہے کہ ہم کو بھول گئے ہیں، ہماری قربانیوں کو بھول گئے ہیں اور اپنے کو ہندوستان کا ٹھیکیدار بن کر بیٹھے ہیں، یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ ہندوستان کس کا ہے اور اس کا ٹھیکیدار کون ہے

چمن میں دیکھتے ہیں اب جیت کس کی ہوتی ہے
ہیں پھول ایک طرف اور خار ایک طرف

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو وطن کا خادم بنائے اور اکابرین و مخلصین کا پیرو بنائے آمین

واخر دعوانا عن الحمد للہ رب الغالمین

ہمارے خوابوں کا ہندوستان

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ فَتَحَ لِعِبَادِہٖ طَرِیْقَ الْفَلَاحِ وَاَرْشَدَھُمْ اِلٰی مَافِیْہِ الْخَیْرُ وَالْفَلَاحُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَالتَّابِعِیْنَ لَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّابَعْد

بنام جہاں دار جہاں آفریں حکیم سخن در زبان آفریں

مرا وطن جو میرے جسم و جاں سے پیارا ہے
کبھی غروب نہ ہوگا یہ وہ ستارہ ہے
رہے وطن میں ہماری محبتوں کا معیار
ہمارے خون کے قطروں سے آشکارا ہے
اسی کی گود میں کھیلیں ہنسیں پھلیں پھولیں
کسی پرائے کا آغوش کب گوارا ہے
جنھیں ہے شوق کہ کھیلیں وطن کی عصمت سے
انھیں کا دعویٰ ہے ہندوستان ہمارا ہے

برادران ملت اسلامیہ اور محبان وطن! دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں سے ہمارا ملک ہندوستان بھی ہے۔ ہمارا ملک وہ ملک ہے جس کو کبھی آریہ

ورت کا لقب دیا گیا، تو کبھی انڈیا کے نام سے پکارا گیا، کبھی بھارت سے موسوم کیا گیا، تو کبھی ہندوستان کا نام دیا گیا۔ ہمارا ملک ہندوستان اپنی آغوش میں ایسی ایسی چیزوں کو لئے ہوئے ہے کہ پوری دنیا اس پر فخر کرتی ہے۔اس کے سینے میں شاہ جہاں کی مسجد اور تاج محل کی عظمت پوشیدہ ہے۔ مہاتما بدھ اور ٹیپو سلطان اس کے پروردہ ہیں۔ اشفاق اللہ خاں اسی کا لال ہے۔ نورجہاں کی عفت اسی کے صدقے ہے۔ گنگا جمنا کی روانی اسی کے پیار کا صدقہ ہے۔ ستلج کی لہریں اسی کی گود میں ہیں۔ ہمالیہ کے سر پر اسی کا تاج ہے۔ مہاتما گاندھی اسی کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ بریگیڈیر عثمان کو شجاعت اسی نے بخشی ہے۔ ویر عبدالحمید کو بہادری اسی نے عطا کی ہے۔ حسین احمد مدنی کو جھولا اسی نے جھلایا ہے۔ لال قلعہ کو مضبوطی اسی نے بخشی ہے۔

لیکن جب ہم اپنے ملک ہندوستان کی موجودہ صورتحال کا جائزہ لیتے ہیں تو مجبور ہو کر کہنا پڑتا ہے کہ ارے تعصب کو بھی اسی نے جنم دیا ہے ۔ ظلم و بربریت کو بھی عروج اسی نے بخشا ہے۔ قتل و غارتگری کو بھی اپنا شیوہ اسی نے بنایا ہے۔ مذہب کے نام پر فتنہ و فساد پھیلانے والے لال کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے۔ اڈوانی کو اسی نے جنم دیا ہے۔ اشوک سنگھل کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ مرلی منوہر جوشی اور بال ٹھاکرے کو اسی نے پیدا کیا ہے اوما بھارتی دیش دروہی اسی کی بیٹی ہے۔ ششما سوراج اسی کی لاڈلی ہے۔

برادران ملت اسلامیہ! جب ہم بھاگلپور کے حالات سنتے ہیں جب بجنور اور فیض آباد کے فسادات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جب ایودھیا میں بابری مسجد کی مسماری یاد آتی ہے جب ہندوستانی مسلمانوں کے خون کے چھینٹے اخباروں اورر سائل و جرائد پر نظر آتے ہیں تو ہمیں اپنے ان بزرگوں کی قربانیاں یاد آتی ہیں، جنھوں نے اپنے ملک کی آزادی کی خاطر بیوی، بچے اور مال و دولت سب کو تیاگ دیا۔ وطن چھوڑنا گوارا کیا۔ جیلوں کی مشقتوں کو برداشت کیا۔ سولی پر چڑھنا گوارا کیا۔ سر کٹوادینا گوارا کیا۔ ٹینکوں اور توپوں سے ٹکرانا گوارا کیا۔ سب کچھ گوارا کیا لیکن جب تک اپنے ملک کو انگریز کے ناپاک پنجے سے چھڑایا نہیں دم نہیں لیا:

جب گلستاں کو خوں کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے ہماری ہی گردن کٹی

میرے سامعین! ان بزرگوں نے اپنی یہ ساری قربانیاں کیوں پیش کیں۔ بیوی بچے اور مال و دولت کی محبتوں کو بالائے طاق کیوں رکھا۔ سر کٹادینا آسان کیوں سمجھا۔ سولی پر مسکراتے ہوئے کیوں چڑھ گئے۔ جیلوں کی مشقتوں کو کیوں برداشت کیا۔ اسی لئے تو کہ آج اگر ہم ان مصائب و آلام پر صبر کرلیں گے اور ان تکالیف کو جھیل لیں گے تو آنے والی ہماری نسل اور باشندگان وطن آزادی کے ساتھ زندگی

گذاریں گے۔ غلامی کے طوق ان کے گلے میں نہیں ہوں گے۔ ہر طرح سے آزاد رہیں گے۔ کھانے پینے کی آزادی رہے گی۔ رہنے سہنے کی آزادی رہے گی۔ عبادتوں کی آزادی رہے گی۔ اذان پر پابندی نہیں لگائی جائے گی، مسجدوں اور عیدگاہوں میں تالے نہیں لگائے جائیں گے۔ ان کو مسمار نہیں کیا جائے گا۔ ماؤں کی ممتائیں لوٹی نہیں جائیں گی۔ بہنوں کے دوپٹے ان کے سروں پر محفوظ رہیں گے۔ ان کی عصمتوں کو داغدار نہیں کیا جائے گا، بلا تفریق مذہب و ملت، دین ودھرم بھائی چارگی کا ماحول پیدا ہو جائے گا۔

مگر افسوس صد افسوس! ہمارے ان بزرگوں کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا۔ آج ہم آزاد ہوتے ہوئے بھی آزاد نہیں ہیں۔ مامون ہوتے ہوئے بھی مامون نہیں ہیں۔ محفوظ رہتے ہوئے بھی محفوظ نہیں ہیں۔

میں ملک کے تعصب پرستوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم سب کے سب اپنے آپ کو آزاد اور سیکولر کہتے ہو۔ آزادی اور سیکولرزم کی بات کرتے ہو۔ بتاؤ اس ملک ہندوستان کے اندر تم نے ہم کو کہاں کب اور کس وقت آزادی دی ہے۔ ذرا تاریخ کا باب کھول کر دکھلاؤ۔

کیا سیکولرزم اسی کا نام ہے کہ تم جو چاہوں کھاؤ پیو اور گاؤ ماتا کہہ کر ہمارے کھانے پر پابندی لگاؤ۔ کیا آزادی اسی کا نام ہے کہ تم جگہ بہ جگہ

مندر پہ مندر بناتے جاؤ، کریمنل اور ڈاکوؤں کو پجاری کا روپ دے کر تباہی پھیلاؤ۔ اور ہماری بنی بنائی مسجدوں اور عید گاہوں کو مسمار کرو۔ تم اپنے دھرم کے قوانین پر آزادی کے ساتھ عمل کرو۔ اور ہمارے مسلم پرسنل لاء پر پابندی لگواؤ۔ تم اپنے دھرم کی خوب خوب اشاعت کرو اور ہمارے مذہب کو گندے گندے الفاظ سے موسوم کرو۔ تم خوب یگ، کیرتن اور رتھ یاترا کرو اور ہمارے اجلاس پر پابندی لگواؤ۔

میرے غیرت مندو! کیا اسی لئے ہمارے بزرگوں نے قربانیاں دی تھیں۔ کیا ان کا خواب آزادی سے قبل یہی تھا۔ کیا اسی لئے ریشمی رومال کی تحریک چلی۔ کیا اسی لئے تحریک بالا کوٹ وجود میں آئی۔ کیا اسی لئے تحریک خلافت چلی۔ کیا اسی لئے ہندوستان چھوڑو تحریک چلی، کیا اسی لئے مقدمہ وہابیان چلا۔ کیا اسی لئے انبالہ سازش کیس بنا، کیا اسی لئے دہلی کے چاندنی چوک پر کٹے سر لٹکائے گئے کیا اسی لئے جلیان والا کانڈ ہوا، کیا اسی لئے شاملی کے میدانوں کو رنگا گیا۔

وقت کی تبدیلیوں کا گر نہیں سمجھا فریب
تو یقیناً اہل گلشن کا کفن جل جائے گا

اے وفاداری کا ٹھیکہ چلانے والو! اور رام راج کا سپنا دیکھنے والو! اگر تم نے ہمارے بزرگوں کے خوابوں کو ایسے ہی چکنا چور کیا، شرمندۂ تعبیر

ہونے سے روکے رکھا، تو یاد رکھو آج بھی ہمارے پاس حسین احمد مدنیؒ جیسا جگر رکھنے والے افراد بھی موجود ہیں محمود الحسن دیوبندیؒ جیسا کلیجہ رکھنے والے افراد موجود ہیں۔ حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ جیسے ہمت ور موجود ہیں۔ عبید اللہ سندھیؒ جیسے جواں مرد موجود ہیں محمد علی جوہرؒ اور ابوالکلام آزادؒ جیسے جانباز موجود ہیں۔

آج بھی ہم اپنے دین ودھرم کی خاطر اپنی آزادی کی خاطر سر کٹا سکتے ہیں۔ سولی پر چڑھ سکتے ہیں۔ جیلوں کی مشقتوں کو جھیل سکتے ہیں۔ توپوں اور ٹینکوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بارودی شعلوں میں جھلس سکتے ہیں، لیکن اپنے دین ودھرم مذہب وملت پر آنچ نہیں آنے دیں گے:

مظلوم سہی لیکن مجبور نہیں ہیں ہم
اگر ضد پہ آجائیں تو کہرام مچادیں گے

میرے اسلامی بھائیو! ہمارے بزرگوں نے جو آزادی سے قبل ہندوستان کی بابت خواب دیکھا تھا۔ اگر وہ شرمندہ تعبیر ہو جاتا تو ہمارے ملک ہندوستان کا آج نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ ملک بھر میں امن وشانتی کی لہریں دوڑتیں۔ قتل وغارتگری کا بازار گرم نہیں ہوتا۔ کڈنپنگ اور اغوا رواج نہیں پاتا۔ ماؤں اور بہنوں کی عصمتیں محفوظ رہتیں۔ مذہبی اور ملی آزادیاں ہوتیں، ملک کے سرمایہ کو امانت سمجھا جاتا۔ اس قدر گھوٹالے اور

کھیلے بازیاں نہیں ہوتیں۔ سرکش شیاطین حکومت کی کرسیوں پر نہیں ہوتے۔ مجرموں اور ڈاکوؤں کو وزارت کے عہدے نہیں دئے جاتے۔ بلا وجہ ایٹمی دھماکہ کر کے مہنگائیاں نہیں بڑھائی جاتی، بلکہ سوجھ بوجھ اور عقل و دانائی سے کام لیا جاتا۔ کشمیر کے معاملات الجھ کر رہ جانے کی وجہ سے ہزاروں اور لاکھوں نوجوان کے قتل نہیں ہوتے۔ ہماری بہنوں کے سروں سے دوپٹے نہیں اڑائے جاتے، باشندگان ہند دو ٹکڑے روٹیوں کے لئے نہیں ترستے۔ دو گز کپڑے کے لئے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ رات بسر کرنے کے لئے روڈ اور سڑکوں کا کنارہ نہیں پکڑتے۔ امریکہ، روس اور برطانیہ کے جوتے ہم سیدھے نہیں کرتے۔ بلکہ ہماری طاقت و قوت کا لوہا جانا جاتا۔ ہماری آزادی کے ترانے ہر سو گائے جاتے، ہماری امن و شانتی پر دنیا فخر کرتی۔

دعا کیجئے کہ اللہ رب العزت ہمارے بزرگوں کے ان خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرے اور ہمارے اندر اپنے ان اکابرین و مخلصین جیسا حوصلہ اور جرأت مندی عنایت کرے۔ ملک کا محافظ اور دین اسلام کا داعی بنائے۔ آمین!

ایک ہی خاک سے انسان ہوئے ہیں پیدا
ایک ہی خون ہے پھر خون بہاتے کیوں ہو

واخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

جہاد

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد،

فاعوذُباللہ مِن الشّیطانِ الرجیم .بِسمِ اللہ الرحمٰن الرحِیم.
یَااَیُّھا الّذِیْنَ آمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلیٰ تِجارَةٍ تُنْجِیْکُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللہِ وَرَسُوْلِہٖ وَ تُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ ذَالِکُمْ خَیْرٌلَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ صدق اللہ العظیم

اس فکر میں غنچے زرد ہوئے اس سوچ میں کلیاں سوکھ گئیں
آئین گلستاں کیا ہوگا دستور بہاراں کیا ہوگا
اے موج حوادث ان کو بھی دو چار تھپیڑے ان کو بھی
کچھ لوگ ابھی تک ساحل سے طوفاں کا نظارہ کرتے ہیں
غم زندگی کا حسرت سبب اور کیا بتائیں
مری سوچ کی بلندی مری ہمتوں کی پستی

واجب الاحترام معزز اساتذۂ کرام اور میرے دینی بھائیو! آج جب کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی سازشیں ہو رہی ہیں۔ ہر چہار جانب سے اسلامی شعار پر حملے ہو رہے ہیں۔ کہیں قرآن کو مشق ستم بنایا

جارہا ہے، تو کہیں مدارس و مساجد کو ہدف تنقید بنایا جارہا ہے، کہیں اسلامی لاء اور قانون پر اعتراضات کئے جارہے ہیں، تو کہیں رسالت مآب ﷺ کے مجسمے تیار کر کے آپ ﷺ کی شان مبارک کو مجروح کیا جارہا ہے۔ ان سازشوں کے اندر صرف ہندو فرقہ پرست ہی نہیں بلکہ یہودیت اور عیسائیت بھی بہت اہم رول ادا کر رہی ہے۔ بڑی بڑی صیہونی تحریکیں اور تنظیمیں اس میں کار فرما ہیں۔

ایک طرف غیر اسلامی قوتوں کا یہ حال ہے دوسری جانب مسلمانوں کی حالت بہت ہی افسوسناک دکھائی دے رہی ہے۔ جمود و تعطل کی کیفیت طاری ہے۔ جوش جذبہ نظر نہیں آتا۔ حوصلے اور ولولے بالکل عنقاء ہیں۔ آج ضرورت ہے اس جمود کو توڑنے کی، اس تعطل کو ختم کرنے کی، اپنے سینے میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کی۔ حوصلے اور ولولے کی، اسلامی بیداری کی، باطل طاقتوں سے ٹکرانے کی، فاسد جراثیم کو مٹانے کی، اسلام مخالف نعروں اور بیانوں کا دندان شکن جواب دینے کی۔ اسلام کی سربلندی اور ایمان کی بالادستی کی خاطر اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو قربان کردینے کی۔ تاکہ اللہ جل و عز کا کلمہ بلند ہو سکے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کو شریعت نے جہاد سے تعبیر کیا ہے۔ اسلامی جنگ و جدال کا نام دیا ہے۔ قرآن کریم کے اندر ہے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا هَلْ

اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَ تُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ ذَالِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ جناب مدنی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جَاھِدُوْا الْمُشْرِکِیْنَ بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ کہ مشرکین سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔

میرے غیور مسلمانو! آج ہمارے سامنے ملک کے حالات نے یہ واضح کر دیا ہے بابری مسجد کی مسماری نے قرآن کریم پر اعتراضات نے رسالت مآب ﷺ کی اہانت نے مسلم نوجوانوں کے قتل نے ماؤوں اور بہنوں کی عصمت دری نے یہ ثابت کر دیا ہے، یکساں سول کوڈ نے کشمیر کے معاملات نے، فیض آباد، بجنور اور بھاگلپور کے فسادات نے یہ انکشاف کر دیا ہے، کفر کی اشاعت و تبلیغ نے رتھ یاتراؤوں نے۔ اڈوانی اشوک سنگھل، مرلی منوہر جوشی، اوما بھارتی اور ششما سوراج کے اشتعال انگیز بیانات نے بالکل حجت تام کر دیا ہے کہ اس ملک کے اندر ہمیں کوئی مذہبی آزادی حاصل نہیں۔

اسلامی آزادی کا اگر مقصد یہ ہے کہ جو چاہے نماز پڑھے جو چاہے نمازیوں کا گلہ گھونٹ دے، جو چاہے نبوت کا دعویٰ کر دے، جو چاہے

صحابہؓ پر بدزبانی کرے۔ جو چاہے علماء کے خلاف بیان داغ دے، جو چاہے سود کی حلت کے فتوے اخبارات و رسائل میں دے کر علماء کی توہین کرے، جو چاہے ہماری مساجد و مدارس کو منہدم کردے، جو چاہے جہاد کی ٹریننگ پر روک لگادے اور ہمارے نوجوانوں کو فحاشی اور عریانیت میں ڈبو دے۔ جو چاہے ہمارے اجلاس و بیانات پر پابندی لگادے، جو چاہے ہماری مذہبی کتابوں پر بینڈ لگادے۔ تو ایسی آزادی پر ہم کل بھی لعنت بھیجتے تھے اور آج بھی لعنت بھیجتے ہیں۔

ہمیں آزادی چاہئے رب کے کلمے کی آزادی، ہمیں آزادی چاہئے رب کے نظام کی آزادی، ہمیں آزادی چاہئے علماء کے تقدس کی آزادی، ہمیں آزادی چاہئے دین کی بالادستی کی آزادی، ہمیں آزادی چاہئے عبادتوں کی آزادی، ہمیں آزادی چاہئے اسلام کے لاء اور قانون کی آزادی، ہمیں آزادی چاہئے یہ کہ سپریم کورٹ سے لے کر ایک عام عدالت تک رب کا قانون ہوگا، نبی کا دستور ہوگا۔ قرآن کا قانون ہوگا، صحابہ کا نظام ہوگا۔

برادران ملت اسلامیہ! ایک طرف بابری مسجد گرتی ہے، رام مندر کی تعمیر ہوتی ہے ایک طرف بوسینیا کے مسلمانوں کا خون ہوتا ہے، ایک طرف کشمیر کے نوجوانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاتی ہے اگر کوئی

صدائے جہاد بلند کرتا ہے ،اگر کوئی جہاد کی نیت کرتا ہے، تو اس کے راستے میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں ،اس کے راستے کو بند کیا جاتا ہے، اسے بدنام کیا جاتا ہے، کوئی متعصب اڈوانی، بے حیا اوما بھارتی کے اشتعال انگیز بیانات کا جواب دیتا ہے تو اسے قتل کرنے کی سازش کی جاتی ہے ،اگر یہی آزادی ہے تو ایسی آزادی کو ہم تمھارے منہ پر مارتے ہیں۔

میرے غیور مسلمانو!ان یہودیوں ،عیسائیوں، اور ہندوؤں کی جرأت اتنی کیوں بڑھ گئی ہے مدینہ منورہ کو للچائی نگاہوں سے کیوں دیکھ رہے ہیں، پاکستان و افغان پر تنقیدیں کیوں کر رہے ہیں، ہندوستانی راونوں کو شاباشی کیوں دے رہے ہیں، حالانکہ انہیں یہودیوں کو کل مسلمانوں نے اتنا مارا تھا اتنا مارا تھا کہ کہیں جگہ نہیں مل رہی تھی، آپ حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔ یہی یہودی سیدنا حضرت عمر فاروقؓ سے منتیں کر رہے تھے کہ ہمیں خیبر میں رہنے دیجئے ،جب حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو وہاں سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا تو ایک بوڑھے یہودی نے آکر کہا کہ اے عمر فاروقؓ آپ ہی کے سامنے تو حضور ﷺ نے کہا تھا کہ ان یہودیوں کو خیبر میں رہنے دو، تو پھر آج ہمیں کیوں نکال رہے ہیں حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا۔ اے دشمن خدا! مجھے حضور کا ایک ایک فرمان یاد ہے مجھے یہ بھی یاد ہے کہ اللہ کے نبی نے تیری طرف اشارہ کر

کے کہا تھا کہ وہ دن بھی آئے گا مسلمان تم کو خیبر سے نکالیں گے اور تیری اونٹنی تیرے پیچھے پیچھے دوڑتی ہوئی جارہی ہوگی۔ اس لئے میں تم کو نکالوں گا خیبر کو تم سے پاک کروں گا۔

حضرات گرامی! دیکھئے یہی یہودی کل ٹیکس دے کر رہتے تھے، منتیں کر رہے تھے پھر بھی مار مار کر ان کو خیبر سے بھگایا گیا، مگر آج ان میں اتنی ہمت کیسے آگئی یہ اتنے جری کیوں ہوگئے۔ میرے نوجوانوں! بات بس اتنی سی ہے کہ ہم نے جہاد کو بھولی بسری کہانی بنالیا ہے جہاد کے لفظ سے ہم نا آشنا ہو چکے ہیں جہاد کی اہمیت و فرضیت کو فراموش کر چکے ہیں، ہمارے اندر سے جوش و جذبات مفقود ہو چکے ہیں ہم نے بزدلی اور عیاری اختیار کر لی ہے، اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے ہماری ملت کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔

نہ رہی قلب و زباں میں تیرے ہم آہنگی
ورنہ تکبیر کے نعروں میں اثر آج بھی ہے

قرآن واحادیث کے اندر جہاد کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کے ترک پر وعیدیں سنائی گئی ہیں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو بہت محبوب رکھتا ہے۔ مسلم کی روایت ہے کہ حضور

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں اور یہ بھی مسلم شریف ہی کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُوْا وَلَمْ يُحدِثْ بِهٖ نَفْسه' مَاتَ عَلٰى شُعْبَةِ النِّفَاقِ کہ جس نے جہاد نہیں کیا اور اس کی نیت تک دل میں نہ آئی تو وہ منافقت کی موت مرے گا۔

مسلمانو! آج فیصلہ کر کے بتاؤ کہ کیا قرآن جھوٹا ہے کیا نبی کی بات جھوٹی ہے اگر نہیں تو سنو آج ہمارے ملک کے اس قدر سنگین حالات ہیں ہم نے مانا کہ آج جہاد کے مکمل شرائط موجود نہیں۔ لیکن کیا تمھارے منھ میں زبان بھی نہیں ہے کہ صدائے احتجاج بلند کر سکو۔ تمھارے قلم میں اتنی طاقت اور زور نہیں کہ اخبارات ورسائل میں حالات کو رقم کر کے مسلمانوں میں جوش و جذبات اور بیداری پیدا کر سکو، اور ان کو مستقبل کے لئے تیار کر سکو۔

تمہاری اسی بزدلی کی وجہ سے اسی کم ہمتی کی وجہ سے اللہ کے کلمے کو نیچے کیا جارہا ہے، اللہ کی مساجد کو منہدم کر کے رام مندر کی تعمیر کی جارہی ہے، قرآن کو جلایا جارہا ہے، استنجے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، دعوت دین پر پابندی لگائی جارہی ہے، اللہ کا نام لینا جرم قرار دیا جارہا ہے۔

برادران ملت! ہم اتنے بزدل ہو گئے ایک وہ دور تھا جب رستم نے خالدؓ بن ولید سے کہا تھا کہ تم اپنی فوج لے جاؤ ورنہ کاٹ کر رکھ دیں گے پوچھا تم کس لئے یہاں آئے ہو۔ لہجے کے اندر تلخی و سختی تھی۔ حضرت خالدؓ نے اس سے بھی اونچا جواب دیا کہ تمھارا خون ہمیں بہت لذیذ لگتا ہے ہم اسے پینے کے لئے آئے ہیں وہ سر جھکا کے رہ گیا۔

اسی طرح روم کے بادشاہ ناسور نے ہارون رشید کو خط لکھا کہ اب ہم آزاد ہو چکے ہیں ٹیکس ادا نہیں کریں گے جواب تحریر فرمایا مضمون یہ تھا اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں ہارون کی جانب سے رومی کتے کے نام...... مسلمان جواب سنایا نہیں کرتا دکھایا کرتا ہے تو میرا جواب سنے گا نہیں بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا پھر ہارون نے اپنے لشکر کے ساتھ ناسور کی سرحد پر چڑھائی کر دی ناسور ہاتھ جوڑ کر دوبارہ جزیہ دینے کے لئے تیار ہو گیا۔

ایک زمانے میں مسلمانوں کا حوصلہ اور جذبہ یہ ہوتا تھا بے باکی اور جراتمندی ایسی تھی مگر آج:

وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جسکے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

آج ہم بھی بغیر کسی لگی لپٹی کے کہہ رہے ہیں۔ اگر ہمارے ساتھ

ایسے ساتھ ایسے ہی برتاؤ کیے جاتے رہے ہم اسی طرح ظلم و تشدد کی چکیوں میں پسے جاتے رہے، تو ہم بھی ان ظالموں کو ان رہنماؤں کو اپنا جواب سنائیں گے نہیں بلکہ آکر دکھائیں گے جس طرح کمانڈر رشید نے افغانستان کی فتح کیلئے جان دے دی، جس طرح مولانا شبیر جیسے مدرس نے دیش کی آزادی کی خاطر جام شہادت نوش کر لیا، جس طرح مدینہ کا شہزادہ شفیق مدنی جلال آباد میں اللہ سے دعا کر کے کہ اے اللہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تا کہ میں کل بتادوں کہ میں بھی حمزہؓ کی طرح شہید ہوا تھا مجھے دفن نہیں کیا گیا۔ پرندوں نے کھالیا تھا جلال آباد میں جان دے دی اسی طرح ہم بھی اپنی مذہبی آزادی کی خاطر گولیاں کھائیں گے ٹینکوں اور توپوں کا مقابلہ کریں گے، بارودی شعلوں میں جھلسیں گے لیکن ان متعصب فتنہ پرور اسلام مخالف رہنماؤں کے خون سے ہولی کھیل کر رہیں گے۔

وہ جلد سیل حوادث میں ڈوب جائیں گے
جو لوگ وقت کا دھارا بدل نہیں سکتے

میرے دوستو اور میرے نوجوانو!

بزدلی مت دکھاؤ سستی سے کام مت لو، اپنا راستہ اور اپنا منہج متعین کرو۔ اگر ہم اب بھی نہیں بدلے تو ہمیں اپنے اور غیر سب مل کر مٹادیں

گے ہندوستان میں بغداد کی تاریخ دہرائی جائے گی۔اے اپنے دین کے محافظو!اے امت کے نوجوانو! ہمارا خون حضرت حنظلہؓ کے خون سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ہمارا خون ہماری زندگیاں جناب مدنی کریم علیہ السلام کی زندگیوں سے زیادہ قیمتی نہیں ہیں۔ہم کو دین کے ہر شعبے سے دلچسپی ہونی چاہئے ہمارے نزدیک ہر چیز سے عزیز دعوت حق ہونی چاہئے۔اسلامی مشن ہونا چاہیے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر، دین مبین کی آبیاری کی خاطر، قرآنی تعلیمات کی اشاعت کی خاطر، کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ کے حملے کا جواب دینے کی خاطر اگر ہم کو خون بہانا پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ اسی کی خاطر نبی نے خون دیا ہے جگر کے ٹکڑے دئے ہیں حضرت حمزہؓ پر آنسو بہا ڈالے، زید بن حارثہؓ کے صدمے کو سہہ لیا شاعر اسلام عبد اللہ بن رواحہؓ کی جدائیگی کو برداشت کیا جعفر طیارؓ کٹ گیا اس کو بھی برداشت کیا لیکن کبھی بھی جہاد سے منھ نہیں موڑا بلکہ خود نکلتے اور صحابہ کو نکالتے رہے اور کفار و مشرکین سے لڑتے رہے ارے پیٹ پر پتھر تھے تب بھی لڑتے رہے، تیروں کی بوچھاریں تھیں تب بھی لڑتے رہے ،لوگوں نے گھر پر الزامات لگا دیئے تب بھی لڑتے رہے راہیں بند کر دی گئیں تب بھی لڑتے رہے۔

میرے بھائیو! ہمیں اس وقت کو نہیں بھولنا چاہئے جب میرے نبی

جب میرے نبی دنیا میں آخری سانس لے رہے تھے اس وقت بھی ایک لشکر تیار تھا جو مدینہ سے باہر چڑھائی کے لئے جا رہا تھا نبی پاک ﷺ کے بعد جس چیز کو چھوڑ کر گئے وہ اسلحہ تھا۔ وہ زرہ تھی نیزہ تھا آج تم سے جو بھی یہ وراثت چھینے اس سے جھگڑو، لیکن اس وراثت کو ہاتھوں میں رکھو۔ جب تک تمھارے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلواریں رہے گی اس وقت تک تمھاری تقدیر کو کوئی نہیں بدل سکے گا۔ اور جس دن تم اسلحے سے غافل ہو گئے وہی دن تمہاری بد قسمتی کا ہو گا اگر جانور بھی اپنی حفاظت چھوڑ دے تو اس کو کچا چبا لیا جاتا ہے جو بھی اپنی حفاظت سے غافل ہو جائے گا اس کو دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔

میرے غیرت مند نوجوانو! اگر ہمیں کشمیر کا منظر دکھلا دیا جائے تو ہم سب کے سب لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں گے معصوم بچے کو لے کر ایک مسلمان بوسینیا کے علاقے میں دوڑتا ہوا جا رہا ہے فوجی نے روکا۔ پوچھا کہا جاتے ہو کہا ر بیمار ہے مرنے کے قریب ہے اسپتال لئے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا ہمارے پاس اس کا علاج موجود ہے لیا اور اپنے گھٹنے پر رکھ کر خنجر سے ذبح کر ڈالا۔ بچے نے ہچکی لی اس کا خون اس فوجی پر گرا اٹھ کر اس کے باپ کو مارنا شروع کر دیا کہ اس کا ناپاک خون میرے جسم پر کیوں گرا اور مارتے مارتے اس کی دونوں آنکھیں نکال ڈالیں۔

میرے اسلامی بھائیو! اب بھی ہم خاموش رہیں گے اب بھی ہماری زبانیں گونگی رہیں گی کیا وہ ہمارا بچہ نہیں جس کو ذبح کیا گیا۔ یاد رکھو حالات بتلا رہے ہیں کہ وہ دن دور نہیں کہ ہم بھی ان کفار کے نرغے میں بری طرح پھنسیں گے ہمارے بھی حقیقی بچوں کو ذبح کر دیا جائیگا ہماری بھی ماں بہنوں کی عصمتیں لوٹ لی جائیں گی۔ پھر ہم مدد کو پکاریں گے چیخ پہ چیخ لگاتے جائیں گے کوئی ہماری امداد کو نہیں آئے گا کوئی ہماری آواز پر لبیک نہیں کہہ سکے گا۔ سب تماشائی بن کر تماشہ دیکھیں گے اس لئے ہم اپنے فرائض کو سمجھیں اسلام اور مسلمانوں کی حمایت وامداد کے لئے ہمہ وقت مصروف وپیکار رہیں کیوں کہ:

فرائض اہل کشتی کے بھی کچھ ہوتے ہیں اے راہیؔ
یہ مانا ناخدا کے ہاتھ میں پتوار ہوتی ہے

وَمَا عَلَيْنَا اِلاَّ الْبَلاَغ